مارچ ۲۰۱۰ء

قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان

انوارِ قمریہ

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات پر مشتمل کتاب "انوارِ قمریہ" سے ایک دلآویز اقتباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہی تو عین ایمان ہے۔ بخاری شریف میں حدیث ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○

تم میں سے کوئی بھی اتنے تک مؤمن نہیں ہو سکتا جتنے تک میری محبت اسے اپنی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

اسی واسطے عبادات کی ترغیب دلاتا رہتا ہے کیونکہ ایمان سلب ہونے کا سبب وہ نہیں بلکہ ایمان سلب ہونے کا ذریعہ اور واحد نسخہ محبوبِ کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے دور کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو شرک و بدعت کہنا ہے اسی نسخہ کا استعمال کرتا کراتا ہے۔

مؤحد مؤمن ہونے کا دعویٰ کرنا موحّد مسلمان ہونے کا مدعی بن کر ایمان سے دوسروں کو محروم کرنے کا نسخہ استعمال کرنا ہے۔ حالانکہ یاد رکھو صرف اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرتے رہنا اور اس کو واحد ماننے کا نام ایمان نہیں ہے۔ جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی نہ کرے بلکہ اس کے قائل تو یہود ونصاریٰ، ہندو وغیرہ غیر مسلم لوگ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک لہ ذات ہے وہ غیر مسلم اور کافر محض اسی وجہ سے ہیں کہ محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے منکر ہیں۔ ہندو نصاریٰ زرتشت وغیرہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے تھے بتوں کے متعلق مختلف اعتقاد رکھتے تھے کسی کے متعلق کہتے بارش برساتا ہے کوئی کھیتیاں اگانے کا کہتے تھے کوئی سفر میں کام آتا ہے کوئی مرضوں کو دور کرنے کا ہے اور یہ سب اس ایک خدا کے ماتحت ہیں۔

ماہنامہ

کاروانِ قمر

کراچی

سرپرست اعلیٰ

سیّد ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی دامت برکاتہم

سرپرست

ابوالازہر سید عظمت علی شاہ ہمدانی مدظلہم

جلد نمبر ۱۲ — ربیع الاول ۱۴۳۱ھ / مارچ ۲۰۱۰ء — شمارہ نمبر ۷

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی

مدیر اعزازی

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

زرتعاون سالانہ مع ڈاک خرچ

پاکستان:	۲۰۰ روپے	بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک:	۲۵۰ روپے
سعودی عرب:	۲۵۰ ریال	متحدہ عرب امارات:	۲۵۰ درہم
برطانیہ:	۵۰ پونڈ	آسٹریلیا:	۷۵ ڈالر
امریکہ:	۷۵ ڈالر	ساؤتھ افریقہ:	۵۰۰ رینڈ (Rand)

آسٹریلیا نمائندہ خصوصی
حافظ محمد اسلم قادری

رابطہ سیکریٹری
حاجی محمد یار سعیدی

سرکولیشن منیجر
قاری محمد یعقوب ہزاروی
0300-3488459

قیمت فی شمارہ: ۲۰/- روپے
سالانہ: ۲۰۰/- روپے

کمپوزنگ
حافظ محمد عابد سعید

دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی، کراچی نمبر ۶

باہتمام: قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان۔

فون: ۵۳۷۶۷۹۳-۵۳۷۶۸۸۴ - فیکس: ۵۸۳۰۸۳۷

رسالہ میں شائع ہونے والی تحریروں سے دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

پرنٹر پبلشر سید شاہ منظور ہمدانی نے زم زم پرنٹنگ پریس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

حسنِ ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اداریہ!

جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ ولادت!

اہلِ ایمان صدیوں سے ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدت ومحبت اور ذوق وشوق سے مناتے چلے آرہے ہیں۔ ہر سال اس ماہ مبارک کی ۱۲ تاریخ کو ایمانی جذبہ سے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن منایا جاتا ہے۔ اُمت کی اکثریت کا تعامل اسی پر چلا آرہا ہے۔ محققین اور مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ ولادت باسعادت کا روزِ سعید پیر ہے۔ اور مؤرخین کی اکثریت اسی بات کی قائل ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل تاریخِ ولادت ہے۔ تاہم بعض اہلِ تحقیق نے اس تاریخ سے اختلاف کیا ہے۔ کسی نے ۹ ربیع الاوّل پر اصرار کیا ہے تو کوئی کسی اور تاریخ کا قائل نظر آتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاوّل ہے۔ اسی پر اُمت کا عمل ہے۔ اس کی ایک خوبصورت تحقیق سیرت پر لازوال اور بے مثال کتاب ”سیدالوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ میں جلد اوّل کے صفحہ ۸۴ اور ۸۵ پر موجود ہے۔ مؤلف ذی اکرام، حضرت العلام قاضی عبدالدائم دائم دامت برکاتہم نے بہت محتاط تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ۱۲ تاریخ ہی صحیح ہے۔ آپ یہ جاندار اور شاندار اقتباس پڑھیں اور دل کو شبہات سے پاک کریں۔

”جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔

ابن حزمؒ، حمیدیؒ اور چند دیگر مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت ۹ ربیع الاوّل ہے۔ ایک ترکی ماہر فلکیات محمود پاشا فلکی نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور تقویمی حساب سے ثابت کیا ہے کہ ۹ ربیع الاوّل ہی صحیح ہے۔

بعد میں سیرت پر جو بلند پایہ کتابیں لکھی گئیں ..... مثلاً قاضی سلیمان

منصور پوری کی رحمۃ للعالمین، شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی، ابوالکلام کی رسولِ رحمت...... ان کے مصنفین نے محمود پاشا کی تحقیقات پر عمل کرتے ہوئے ۹ ربیع الاوّل کو ہی ترجیح دی ہے۔ لیکن مفتی محمد شفیع صاحب نے ''اوجز السیر'' میں تقویمی حساب پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ۱۲ ربیع الاوّل کو درست قرار دیا ہے۔ یہی صحیح ہے، کیونکہ اُمت کا تعامل اسی پر چلا آ رہا ہے...... ابتداء سے لے کر آج تک دنیا بھر میں جہاں کہیں عید میلادالنبی منائی جاتی ہے۔ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہی منائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں مؤرخین کی اکثریت بھی اسی کی قائل ہے۔ محقق ابن جوزیؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل پر اجماع ہے۔

اجماع کی بات تو خیر صحیح نہیں ہے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مؤرخین کی واضح اکثریت ۱۲ ربیع الاوّل کو ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت قرار دیتی ہے۔

اس صورت میں محض تقویمی حسابات کی بنیاد پر اکثریت کی رائے کو مسترد کر دینا ناقابلِ فہم سی بات ہے کیونکہ تقویمی حساب کوئی مصدقہ شئے نہیں ہے۔ دورِ حاضر میں جدید ترین فلکیاتی رصد گاہوں میں تمام آلاتِ بصارت مہیا ہونے کے باوجود ہر ملک کی قمری تقویم جداگانہ ہوتی ہے۔

سعودی عرب والے ہم سے کبھی ایک دن پہلے، کبھی دو دن پہلے روزہ رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح عیدیں بھی ہم سے ایک یا دو دن پہلے کرتے ہیں۔ یہی حال دیگر اسلامی ممالک کا ہے۔ جب اس دور میں تمام وسائل موجود ہونے کے باوجود رمضان، شوال اور ذوالحجہ کی ایک تاریخ معین نہیں کی جا سکتی، تو صدیوں پہلے گزرنے والے واقعۂ ولادت کی تاریخ، اکثر مؤرخین کی رائے کو رد کرتے ہوئے محض تقویمی فارمولے سے طے کر لینا اور اُمت کے مسلسل تعامل کو نظر انداز کر دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

واللہ اعلم بالصواب۔

اُردو ہی پاکستان کی قومی زبان ہے!

صوبہ سرحد کے سینئر وزیر بشیر احمد بلور کی یہ رائے غلط ہے کہ

"اردو رابطہ کی زبان ہے"

وطنِ عزیز کا چپہ چپہ گواہ ہے کہ پاکستان کی قومی زبان صرف اُردو ہے۔ یہ ہر علاقہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے، ہر شہری اسے قومی زبان کا درجہ اور مرتبہ دیتا ہے۔ اہلِ وطن کو اپنے قائد، بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان یاد ہے۔ جب ۲۴ر مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے اعلان کیا۔

"میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ پورے ملک کی صرف ایک ہی زبان ہو سکتی ہے، چنانچہ اسی زبان اُردو کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی۔"

معروف شاعر داغ دہلوی نے سچ کہا تھا۔

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ

"سارے جہان" میں دھوم ہماری زبان کی ہے

مگر ملک عزیز میں حکمران جماعت کی حلیف جماعت اے این پی کے پارلیمانی لیڈر اور صوبہ سرحد کے سینئر وزیر بشیر احمد بلور کا کہنا ہے کہ

"اُردو قومی زبان نہیں بلکہ یہ ایک رابطہ کی زبان ہے۔"

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سرحد اسمبلی کا اجلاس اسپیکر کرامت اللہ خان کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس دوران رکن اسمبلی مولوی عبداللہ کے ایک سوال کے جواب میں سینئر صوبائی وزیر بشیر احمد بلور نے فلور آف دی ہاؤس میں اس موقف کا اظہار کیا کہ اُردو قومی زبان نہیں بلکہ یہ ایک رابطہ کی زبان ہے۔ اس پر اپوزیشن ارکان نے اپنا احتجاج نوٹ کرایا اور ایوان کو بتایا کہ آئین کے آرٹیکل ۲۵۱ میں واضح ذکر موجود ہے۔ کہ اُردو ملک کی قومی زبان ہے۔ ارکانِ اسمبلی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ہم یہ معاملہ عدالت میں لے جائیں گے۔ سینئر وزیر نے آئین کی خلاف ورزی کی ہے۔

بشیر احمد بلوز صاحب اپنا قبلہ درست کرلیں اور بلا حیل و حجت تسلیم کریں کہ اُردو محض رابطہ کی نہیں قومی زبان ہے۔ ہم قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر اپنی گفتگو سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری کل پنجاب اُردو کانفرنس منعقدہ ۱۳ر فروری ۱۹۴۲ء کو خطاب کرتے ہوئے بانیٔ پاکستان نے فرمایا:

''اُردو ہماری قومی زبان ہے۔ ہمیں اس کو ہر قسم کے نقصان سے محفوظ آلودگیوں سے پاک اور مخالفین کے جارحانہ اور معاندانہ عزائم سے بچائے رکھنے کے لئے اپنی پوری توانائی اور زور لگا دینا چاہیے۔''

مملکت خداداد پاکستان پائندہ باد

قومی زبان اُردو زندہ باد

فیصل آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان میں جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فائرنگ کی مذمت:

۱۲ر ربیع الاوّل/ ۲۷ فروری ۲۰۱۰ء عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر شمع رسالت کے پروانوں کے پُرامن جلوس پر فیصل آباد کے علاقہ غلام محمد آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان کے مقام ''ڈھکی'' میں شرپسندوں نے فائرنگ کرکے نصف درجن اہل ایمان کو شہید کر دیا اور اتنے ہی لوگوں کو زخمی کر دیا گیا۔

ہم اس واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ واقعہ میں ملوث افراد فی الفور گرفتار کیے جائیں۔ شہداء کے ورثا کو زرِ اعانت ادا کیا جائے، زخمیوں کا سرکاری سطح پر علاج کا اہتمام کیا جائے۔ اور شرپسندوں کو لگام دی جائے۔

نغمۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نوعِ بشر کے قافلہ سالار آگئے ✿ انسانیت کے مونس و غم خوار آگئے

پروردگارِ جن و بشر کے ہیں جو حبیب — جو ہیں خدائے پاک کے دلدار آگئے

صدیوں سے اہلِ بزمِ جہاں کو تھا انتظار — سلطانِ انبیاء شہِ ابرار آگئے

موجود زندگی تھی مگر خارزار تھی — اس کو بنانے گلشن و گلزار آگئے

نورِ ازل کا پرتو زیبا ہے جن کا حسن — خلاقِ کائنات کا شہکار آگئے

باطل کی ظلمتوں کا رہے گا نہ اب نشان — توحیدِ حق کے نیرِ ضوبار آگئے

رحمت مآب، ملکِ سخاوت کے بادشاہ — جود و عطاء کرم کے جہاندار آگئے

سیرت ہے جن کی ایک نمونہ عمل کا خوب — معیارِ حق کا جن کا ہے کردار آگئے

جن کو خدا نے نعمتیں بخشی ہیں بے حساب — مالک ہیں اور قاسم و مختار آگئے

سب سے بڑا ہمارے لئے ہے خوشی کا وقت

طارق نوید ہو تمہیں سرکار آگئے

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

حسن ابدال، (اٹک)

عمامہ شریف

نیکیاں ہر دم خوب کماؤ

بھائیو! سر پہ عمامہ باندھو — پھر تم شان سے گھر سے نکلو

داڑھی سجاؤ، زلف سجاؤ — نیکیاں ہر دم خوب کماؤ

اِس کی فضیلت جانو دل سے — اِس کی حقیقت مانو دل سے

پانچ نمازیں پڑھنے والے — اور عمامہ باندھنے والے

ہیں مشتاق خدا کے پیارے

اور نبی کے راج دُلارے

نتیجۂ فکر!

محمد مشتاق حسین قادری
فاضل دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ
پنجاب کالونی، کراچی
(پاکستان)

اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ

للامام الحافظ شرف الدین عبدالمومن بن خلف الدمیاطی (۶۱۳ھ-۷۰۵ء)

اعمالِ صالحہ کی نفع بخش تجارت

علامہ محمد افضل منیر، ایم اے

(اٹھائیسویں ایمان افروز قسط)

۷۰۷۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ آچکا تھا، ایک روز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

(اے لوگو!) تمہارے لئے یہ رمضان کا مہینہ آچکا ہے، جو کہ برکت والا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔ لہٰذا (اس مبارک مہینے میں) اللہ تعالیٰ اپنی (بے پناہ) رحمت نازل فرمائے گا، گناہوں اور خطاؤں کو ختم کر دے گا، اور اس میں دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔ وہ دیکھتا ہے کہ تم لوگ کس قدر نیکیاں حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہو۔ وہ اپنے فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کا...

۷۰۸۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ رمضان کی آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ رمضان المبارک کی کسی رات میں جب کوئی مومن بندہ نماز (نفل) پڑھتا ہے تو ہر سجدے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) نیکیاں (نامۂ اعمال میں) لکھ دیتا ہے۔ اور سرخ یاقوت سے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے، جس کے ساٹھ ہزار دروازے"

ہوں گے۔ ہر دروازے پر سونے کی پالش ہوگی۔ اس میں سُرخ یاقوت جڑے ہوں گے۔ جب بندۂ مؤمن رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے، تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ رمضان المبارک کے پورے مہینے میں اسی دن کی طرح اسے ثواب ملتا ہے اور ہر روز (رمضان کے دنوں میں) ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے صبح کی نماز سے لے کر اس (روزہ دار) کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور ماہِ رمضان کی راتوں یا دنوں میں اس نے جو سجدے کئے ہیں، تو ہر سجدے کے بدلے اس کے لئے ایک درخت ہوگا، جس کے سائے میں ایک سوار پانچ سو سال تک چلتا رہے، تو تب بھی ختم نہ ہو۔“

اسے بیہقی نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے۔

۷۰۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

”(اے لوگو!) تمہارا یہ مہینہ (رمضان کا) تم پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔“ حضور (ﷺ) نے قسم اُٹھا کر فرمایا: ”مسلمانوں کے لئے اس (مہینے) سے بہتر کوئی مہینہ نہیں گزرا اور (اسی طرح) منافقین کے لئے اس سے برا مہینہ کوئی نہیں۔“ پھر آپ نے قسم اُٹھا کر فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس مہینے کو داخل کرنے سے پہلے اجر و ثواب لکھ دیتا ہے، (کہ اس مہینے میں فرمانبردار بندوں کو کتنا اجر و ثواب عطا کرنا ہے، نیز منافقین کے لئے) اس مہینے کو داخل کرنے سے پہلے (روزہ نہ رکھنے کا) بوجھ (یعنی گناہ) اور بدبختی لکھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مؤمن اس مہینے میں عبادت کے لئے اپنے اخراجات کی تیاری کرتا ہے، اور منافق اس مہینے میں مؤمنین کی غفلتوں کی ٹوہ میں اور ان کے پردے کی باتوں کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔“

اسے ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

۷۱۰۔ اسی راوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

”جب رمضان کا مہینہ آجاتا ہے، تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے

ہیں، اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیطانوں کو

زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔

اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے:

"رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں

جکڑ دیا جاتا ہے۔"

۱۱۷۔ اسی راوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، تو سرکش جنوں اور شیطانوں کو

باندھ دیا جاتا ہے۔ آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں

سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے

ہیں، اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور رمضان کی ہر رات

ایک منادی یہ آواز دیتا ہے کہ: اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ (اور

نیکیاں سمیٹ لے)۔ اور اے شر کے چاہنے والے! (اب تو حیا کر اور

گناہوں سے) رک جا۔ اور بے شمار گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ آگ سے

آزادی عطا فرماتا ہے۔" (یعنی بخش دیتا ہے)

اسے ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

۱۱۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

"جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنتوں کے دروازے کھول

دیئے جاتے ہیں۔ پورا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا۔

اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور پورا مہینہ ان میں سے

ایک دروازہ بھی کھولا نہیں جاتا۔ سرکش جنوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ رمضان

کی ہر رات کو صبح پھوٹنے تک آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرتا ہے: اے خیر

کے طلب گار! (خیر کا) قصد کر، اور خوش ہو جا۔ اور اے شر کے طلب گار!

(گناہوں سے) رک جا، اور آنکھیں کھول۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا،

تو ہم اس کو بخش دیں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا، تو ہم اس کی توبہ قبول

کریں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا، کہ ہم اس کی دعا قبول کریں۔ ہے کوئی مانگنے والا، کہ ہم اسے اس کی مطلوبہ چیز عطا کریں۔ رمضان المبارک کے پورے مہینے میں ہر شب افطاری کے وقت اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ساٹھ (۶۰) ہزار گناہگاروں کو آگ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ اور عید الفطر کے روز، تمام رمضان المبارک میں آزاد کردہ گناہگاروں کی تعداد سے تیس گنا زیادہ آزاد کئے جاتے ہیں۔''

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''ہر افطاری کے وقت تعالیٰ کی طرف سے (بے شمار) گناہگاروں کو آگ سے آزادی دی جاتی ہے۔''

اسے امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۱۴۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

''رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بے شمار لوگوں (گناہگاروں) کو آگ سے آزادی دی جاتی ہے، اور (رمضان المبارک میں) ہر مسلمان کی ہر رات اور دن میں ایک دعا قبول ہوتی ہے۔''

اسے بزار نے روایت کیا ہے۔

۱۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''ماہِ رمضان المبارک میں میری امت کو پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی (کی امت) کو عطا نہیں کی گئیں:

ا۔ پہلی یہ کہ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ عزوجل میری امت کی طرف نظر کرم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی طرف (ایک دفعہ) نظر کرم فرمالے، تو اسے عذاب نہیں دیتا۔ (کیونکہ یہ اس کی شان سے بعید ہے۔)

۲۔ دوسری یہ کہ جب شام ہوتی ہے تو ان کے مونہوں کی بو اللہ تعالیٰ کے

نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہے۔

۳۔ تیسری یہ کہ فرشتے ہر روز رات دن ان کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ چوتھی یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی جنت کو حکم دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ:

اے جنت! میرے بندوں کے لئے مزین اور آراستہ ہوکر تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ عنقریب دُنیا کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے میرے محل کرامت میں آرام کریں گے۔

۵۔ اور پانچویں یہ کہ جب رمضان کی آخری رات ہوتی ہے، تو ان سب کو بخش دیا جاتا ہے۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا، کیا وہ (آخری رات) لیلۃ القدر ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''(وہ لیلۃ القدر تو نہیں ہے، لیکن) تم مزدوروں کو کام کرتے ہوئے نہیں دیکھتے ہو کہ جب وہ کام سے فارغ ہوتے ہیں تو انہیں پوری اُجرت دی جاتی ہے۔''

اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔

۷۱۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''رمضان المبارک میں میری امت کو پانچ خصلتیں عطا کی گئی ہیں، جو ان سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں کی گئیں:

(۱) روزہ دار کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ عمدہ اور پاکیزہ ہے۔

(۲) مچھلیاں روزہ افطار کرنے تک (یا رمضان کے اختتام تک) ان کے لئے استغفار کرتی رہتی ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ عزوجل ہر روز اپنی جنت کو مزین کرتا ہے اور پھر اسے کہتا ہے: (اے میری جنت!) عنقریب میرے نیک بندے اپنی (دنیا کی) مشقت دور کرنے کے لئے تیرے پاس پہنچیں گے۔

(۴) سرکش شیطانوں کو اس مہینے میں جکڑ دیا جاتا ہے، اس لئے وہ چھٹکارہ

حاصل نہیں کر سکیں گے، جیسا کہ وہ رمضان کے علاوہ آزاد ہوتے ہیں۔ (اور بندوں کو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔)

(۵) آخری رات میں انہیں بخش دیا جاتا ہے۔"

کسی نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا وہ لیۃ القدر ہے؟ فرمایا: نہیں، لیکن جب مزدور اپنا کام ختم کر لیتا ہے، تو اسے اپنی اُجرت پوری دی جاتی ہے۔"

اسے امام احمد اور بزار نے روایت کیا ہے۔

۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ (ﷺ) نے ہمیں شعبان کے آخری روز خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! ایک عظیم اور بابرکت مہینہ تم پر سایہ فگن ہو گیا ہے۔ اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دنوں میں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے۔ اور راتوں کی شب بیداری کو اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنایا ہے۔ جس نے اس میں ایک نیکی (نفلی عبادت کے طور پر) کی، وہ ایسے ہے گویا اس نے غیر رمضان میں فرض عبادت کی ہے۔ اور جس نے رمضان میں ایک فرض عبادت ادا کی اس نے گویا غیر رمضان میں ستر (۷۰) فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا، تو اس کے گناہوں کی معافی ہوگئی، اور اس کی گردن آگ سے آزاد ہوگئی۔ اور روزہ افطار کرانے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا کہ روزہ دار کو ملے گا۔ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے ہر ایک کے پاس اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ کسی کا روزہ افطار کرا سکے۔ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرما دیتا ہے، جو کسی روزہ دار کو ایک کھجور کا دانہ، پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ دے کر افطار کراتا ہے۔

یہ مہینہ ایسا ہے، کہ جس کا پہلا عشرہ رحمت ہے۔ درمیانی عشرہ مغفرت ہے۔ اور آخری عشرہ آگ سے آزادی ہے۔ جس نے اس مہینے میں اپنے غلام (ملازم) کا کام ہلکا کیا، اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اور اسے آگ سے آزاد کردے گا۔

اس ماہِ مبارک میں چار باتوں کا خصوصی خیال رکھو۔ ان میں سے دو باتیں تو ایسی ہیں، جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو۔ اور دو باتیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر تمہارا کوئی چارۂ کار نہیں۔ وہ دو باتیں، جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو۔ (پہلی یہ ہے کہ) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور (دوسری یہ ہے کہ) کثرت سے استغفار کرنا۔ اور وہ دو باتیں جن کے بغیر تم رہ نہیں سکتے: (پہلی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتے رہو۔ (دوسری یہ کہ) آگ (دوزخ) کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہو۔ جس نے روزہ دار کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا، کہ پھر اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔"

۱۸/۷۔ حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رمضان کا چاند طلوع ہو چکا تھا، تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک روز ارشاد فرمایا:

"اگر بندوں کو پتہ چلے کہ رمضان کی کتنی بڑی فضیلت ہے، تو میری امت یہ تمنا کرتی رہے کہ اے کاش! پورا سال رمضان ہی ہوتا۔"

(قبیلہ خزاعہ کے ایک صاحب نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمیں کچھ مزید بتائیں، تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"رمضان کے اعزاز میں سال کے اول سے لے کر آخر تک جنت کو آراستہ اور مزین کیا جاتا ہے جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے، تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے، جس سے جنت کے درختوں کے پتوں کے آپس (میں ٹکرانے) سے گونج پیدا ہوتی ہے۔

فراخ چشم حور اس طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور یوں کہتی ہیں: "اے ہمارے رب! تیرے بندوں میں سے جو اس مہینے میں روزے رکھنے والے ہیں، ہمیں ان کی بیویاں بنا۔ ہماری آنکھیں انہیں دیکھ کر ٹھنڈی ہوں اور ان کی

آنکھیں ہمیں دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔"

آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

"جو کوئی آدمی رمضان کا ایک روزہ رکھتا ہے، تو قیامت کے روز ایک فراخ چشم حور کو اس کی زوجہ بنایا جائے گا، جو ایک موتی کے خیمہ میں ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ (خیموں میں حورین پردہ نشیں ہوں گی) ہر خاتون حور کے پاس ستر (۷۰) پوشاکیں ہوں گی۔ ہر پوشاک کا رنگ دوسری سے مختلف ہوگا اور انہیں ستر (۷۰) قسم کی خوشبوئیں دی جائیں گی اور ہر خوشبو کی مہک دوسری سے الگ ہوگی۔ ہر حور کے لئے ستر (۷۰) ہزار خادمائیں اس کی خدمت کے لئے ہوں گی۔ اور ان کے علاوہ ستر ہزار خادمائیں ایسی ہوں گی کہ ہر خادمہ کے پاس ایک سونے کی طشتری ہوگی، جس میں رنگا رنگ کے کھانے ہوں گے۔ اور ہر کھانے کی لذت اور ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔

ہر حور کے پاس سرخ یاقوت کے ستر (۷۰) پلنگ ہوں گے، اور ہر پلنگ پر ستر (۷۰) بستر بچھے ہوں گے، جن کے اندر استبرق لگا ہوگا، اور بستر پر ستر (۷۰) گاؤ تکیے لگے ہوں گے۔ اس حور کے خاوند کو بھی اسی کی مثل عطا کیا جائے گا۔ سرخ یاقوت کے پلنگ پر، جس پر موتیوں کا جڑاؤ ہوگا، (نیز) اسے سونے کے کنگن بھی پہنائے جائیں گے۔

یہ سارا ثواب ہر دن کے بدلے میں ہے، جو اس نے رمضان کے روزے رکھے، روزے کے علاوہ جو اس نے نیک اعمال کیے ہیں، ان کا ثواب الگ ہوگا۔"

اسے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کتاب الثواب میں ذکر کیا ہے۔

۱۹۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ (ﷺ) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"ماہ رمضان کی آمد کی خوشی میں پورا سال جنت کو سجایا اور مہکایا جاتا ہے۔ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے، تو عرش الٰہی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی

ہے، جسے مُثِیرَۃُ (ابھارنے والی) کہا جاتا ہے، جس سے جنتوں کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے کنڈے بجنے لگتے ہیں۔ جس سے ایک گونج سنائی دیتی ہے، کسی سننے والے نے اس سے عمدہ اور خوبصورت آواز نہیں سنی ہوگی۔ فراخ چشم حوریں نمودار ہوتی ہیں، یہاں تک کہ جنت کی بالکونیوں کے درمیان کھڑی ہو کر ندا کرتی ہیں کہ ہے کوئی اللہ تعالیٰ سے ہمیں طلب کرنے والا، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ اس کا نکاح کردے۔

پھر فراخ چشم حوریں کہتی ہیں: اے رضوان جنت! یہ آج کی رات کیسی ہے؟ وہ انہیں لبیک کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہتا ہے: یہ آج کی رات رمضان کی پہلی رات ہے۔ امتِ محمدیہ کے روزہ داروں پر جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اے رضوان! جنت کے دروازے کھول دے اور اے داروغے! جہنم کے دروازے بند کردے۔ اے جبرائیل! زمین پر اتر جاؤ۔ سرکش شیطانوں کو جکڑ کر انہیں زنجیروں سے باندھ دو۔ پھر انہیں سمندروں میں پھینک دو، تاکہ میرے پیارے محمد کے امتیوں کے روزے خراب نہ کریں۔"

حضور (ﷺ) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم دیتا ہے کہ تین دفعہ وہ یہ ندا کرے: ہے کوئی مانگنے والا، کہ میں اس کی مطلوبہ چیز اسے عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا، کہ میں اس کی توبہ قبول کروں۔ ہے کوئی بخشش مانگنے والا، کہ میں اسے بخش دوں۔ کون ہے جو اس ذات کو قرض دے، جو غنی ہے، محتاج نہیں۔ اور جو کمی کیے بغیر قرض کو پورا پورا واپس کرنے والا ہے۔"

مزید فرمایا: "ماہِ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گنہگاروں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے کہ ان سب پر آگ واجب ہو چکی تھی۔ اور جب ماہِ رمضان کا آخری دن ہوتا ہے، تو جس قدر اللہ تعالیٰ نے اول رمضان سے لے کر آخر رمضان تک گناہگار آزاد کیے ہوتے ہیں، اتنی ہی تعداد میں آخری دن میں آزاد کرتا ہے۔ اور جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ عزوجل جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں۔ ان کے پاس ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے، جسے وہ کعبہ معظمہ کی چھت پر نصب کردیتے ہیں۔

حضرت جبرائیل کے سو (۱۰۰) پر ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں کہ جنہیں وہ لیلۃ القدر کے سوا نہیں کھولتے۔ جب وہ اس رات ان پروں کو پھیلاتے ہیں، تو جبرائیل امین علیہ السلام مشرق و مغرب (یعنی روئے زمین) پر چھا جاتے ہیں۔ اس رات جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کو پھیلا دیتے ہیں۔ پس وہ فرشتے ان تمام لوگوں کو سلام کرتے ہیں جو عبادت کے طور پر کھڑے ہیں یا بیٹھے ہیں یا نماز میں مصروف ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ جب وہ دعا مانگتے ہیں، تو وہ ان کی دعا پر آمین بھی کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

جب فجر طلوع ہو جاتی ہے، تو حضرت جبرائیل امین فرشتوں کو آواز لگاتے ہیں کہ اے فرشتو! اب کوچ (واپس جانے) کا وقت ہو گیا ہے۔ فرشتے حضرت جبرائیل سے پوچھتے ہیں: اے جبرائیل! ہمارے رب نے امت احمد (ﷺ) کے مومنین کی حاجات کے سلسلے میں کیا کیا ہے؟ حضرت جبرائیل بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نظر رحمت سے دیکھا ہے۔ اور انہیں معاف فرما دیا ہے، سوائے چار شخصوں کے۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! وہ چار اشخاص کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"(۱) شراب کا عادی، (۲) والدین کا نافرمان، (۳) قطع رحمی کرنے والا، (۴) مشاحن۔"

ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مشاحن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: "بغض اور کینہ رکھنے والا۔"

آپ نے فرمایا: "جب عید الفطر کی رات آتی ہے، تو اس کا نام انعام کی رات رکھ دیا گیا ہے۔ اور جب عید الفطر کی صبح ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ عزوجل فرشتوں کو مسلمان آبادیوں میں بھیج دیتا ہے۔ فرشتے زمین پر اترتے ہیں، اور گلی کوچوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر ندا کرتے ہیں۔ ان کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: "اے امت محمدیہ! (عید کی نماز پڑھنے کے لئے) اپنے رب کریم کی طرف نکلو، جو بہت بڑے بڑے انعام عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے عظیم گناہ معاف فرماتا ہے۔"

جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ عزوجل فرشتوں کو کہتا ہے: جب مزدور

اپنا کام مکمل کر لے، تو اس کا بدلہ کیا ہونا چاہیے؟ فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے معبود اور اے ہمارے آقا! اس کا بدلہ یہ ہے کہ تو اس کو پوری مزدوری (اجرت) دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ انہوں نے ماہِ رمضان کے جو روزے رکھے ہیں اور رات کو شب بیداری کی ہے، تو میں نے ان کے بدلے میں انہیں اپنی رضا اور مغفرت عطا فرما دی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! آج کے دن اس اجتماع میں، تم مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو بھی مانگو گے، وہی تمہیں عطا کروں گا اور اپنی دنیا کے لئے جو مانگو گے، تو تمہارے لئے نظرِ کرم فرماؤں گا۔

مجھے اپنی عزت کی قسم! جب تک تم نے میرے ساتھ تعلق برقرار رکھا، تو میں تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالوں گا۔ اور مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمہیں ان لوگوں کے درمیان رُسوا اور شرمسار نہیں ہونے دوں گا، جو حدود نافذ ہونے کی وجہ سے ذلیل و رُسوا ہو جاتے ہیں۔ اب تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ تحقیق تم نے مجھے راضی کر دیا ہے اور میں تم سے (اب) راضی ہو گیا ہوں۔''

(اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان سن کر) فرشتے خوش ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے اس امت پر ماہِ رمضان کی عید کے موقع پر جو انعام و اکرام کیا ہے، اس پر خوشیاں مناتے ہیں۔''

ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان میں شب بیداری کرنے کا ثواب:

۲۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رمضان المبارک میں تاکیدی حکم دیئے بغیر شب بیداری کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ پھر یوں ارشاد فرماتے:

''جس نے رمضان میں ثواب حاصل کرنے کی نیت سے ایمان کے ساتھ شب بیداری کی، تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے۔''

اسے امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

۲۱۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے (ایک دفعہ) رمضان المبارک کا ذکر چھیڑا، تو رمضان کو باقی مہینوں پر فضیلت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”جس نے رمضان المبارک میں ثواب حاصل کرنے کی غرض سے ایمان کے ساتھ شب بیداری کی، تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل گیا گویا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔“

اسے نسائی نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دراصل یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور آپ کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رمضان المبارک کے دنوں کے روزے فرض کئے ہیں، اور میں نے تمہارے لئے اس کی راتوں میں شب بیداری کو سنت قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان میں دن کو روزہ رکھا، رات کو شب بیداری کی، تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا گویا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔“

اس سے پہلے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث گزر چکی ہے:

”جو کوئی مومن بندہ رمضان کی رات کو (شب بیداری کرتے ہوئے) نماز پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے عوض ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے اور جنت میں اس کے لئے سرخ یاقوت سے اس کے لئے ایک گھر بناتا ہے جس کے ساٹھ (۶۰) ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کی پالش ہے، جس پر سرخ یاقوت سے گل کاری کی ہوتی ہے۔“

رب عظیم جل جلالہ کا بندۂ عظیم، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صدیق حسن ملک

علم و ادب کے دلدادہ، مہربان اور قدر دان انسان، جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و ثناء میں رطب اللسان، شوقِ مطالعہ اور ذوقِ ادب میں سرگرداں، فراہمی کتب اور ایمان افروز واقعات کی تحریر و تحقیق میں کوشاں ہمارے رفیق الحاج صدیق حسن ملک کی مرتب کردہ کتاب

"رب عظیم کا بندۂ عظیم"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ماضی قریب میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی تو شائقین اور عاشقین کے دلوں کو خوب بھائی۔ جس نے اسے پڑھنا شروع کیا وہ عقیدت سے پڑھتا چلا گیا تا آنکہ بہت سے خوش نصیبوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہم ایک ہی مجلس میں اسے مکمل کر کے اُٹھے۔

عقیدت و محبت سے معمور اور عشق و آگہی سے بھرپور یہ کتاب جہاں جہاں پہنچی محبت سے پڑھی گئی اور مؤلف کو ڈھیروں دعاؤں کا تحفہ دے گئی۔ یہی اُن کا مدعا تھا اور یہی اُن کا مقصد کہ یہ کتاب برائے فروخت نہ تھی بقول اُن کے:

"یہ کتاب نہیں بلکہ ایک ہدیہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں فروخت کے لئے نہیں ہے۔"

آئیے ماہِ ربیع الاول شریف کی پرنور ساعتوں میں اس کے چند نورانی اوراق سے دل کی دنیا کو جگمگائیں۔ مؤلف محترم اور اُن کی رفیقہ حیات بلکہ جملہ خاندان کی عزت، صحت اور برکت کی دعا مانگیں۔ (غبارِ راہِ حجاز: ابو عمار)

حیات طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا مقدس موضوع ہے جس پر مسلمان محدثین، مفسرین، مورخین اور اہلِ علم و دانش نے اس قدر لکھا ہے اور اس کے ہر پہلو پر لکھا ہے کہ اس کا مکمل احاطہ ممکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ سیرت نگاری پر ہزاروں نہیں لاکھوں کتابیں موجود ہیں۔ پھر یہ بھی کہ اس ضمن میں صرف کسی ایک زبان ہی میں نہیں بلکہ قریب قریب دنیا کی ہر زبان میں لکھا گیا ہے اور لکھنے والوں میں صرف مسلمان ہی نہیں، بہت سے دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ سرورِ کائنات، نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض مسلمانوں ہی کیلئے ہادیٔ برحق اور رحمت نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین ہیں تمام جہانوں کے لئے اور تمام جہان والوں کیلئے۔

جو لوگ مطالعے کا ذوق و شوق رکھتے ہیں، وہ کیرن آرمسٹرانگ کے نام سے یقیناً واقف ہوں گے، کیونکہ اس نے خصوصیت سے مسلمانوں کی تاریخ کو موضوع بنایا ہے، جس پر اس کی کئی کتابیں موجود ہیں۔ خود اردو زبان میں اس کی متعدد کتابیں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ حال ہی میں اُس کی کتاب "Muhammad (SAW) The prophet of our time" شائع ہوئی ہے جس کا اردو ترجمہ جناب یاسر جواد صاحب نے "پیغمبر امن" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ کیرن آرمسٹرانگ کا کہنا ہے کہ:

"ایک رہنما شخصیت کے طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نہ صرف مسلمانوں، بلکہ اہلِ مغرب کیلئے بھی اہم اسباق رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی ایک جہاد تھی۔ اس لفظ کا مطلب صرف مقدس جنگ نہیں بلکہ جدوجہد ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ زدہ عربیہ میں امن قائم کرنے کی سخت کوشش کی، آج ہمیں یہ کام کرنے والے لوگوں کی ضرورت ہے۔ مصنفہ نے اپنی اس کتاب میں اُس دور کے کئی ایک واقعات کے حوالے سے لکھتے ہوئے روایت سے قدرے ہٹ کر بات کی ہے، اور ان واقعات و حالات کو جدید عہد کے تناظر میں دیکھا ہے۔ ظاہر ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس لئے اس نے عقیدت کی بجائے حقائق اور ان کے پس منظر کا جائزہ پیش کیا ہے۔"

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں لکھا ہے کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں

اور مذہبی شخصیات میں کامیاب ترین انسان تھے لیکن یہ کوئی حادثاتی کامیابی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی نعمت غیر مترقبہ تھی۔ یہ اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ آپ اپنے معاصرین کی نظر میں ایک سچے اور کھرے انسان تھے اور یہ کہ آپ ایک قابل ستائش اور جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔

ایک عیسائی مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب The Hundred میں ایک سو (۱۰۰) بڑی شخصیات میں رسول اللہ کو پہلا نمبر ایسے تو نہیں دیا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تیسرے نمبر پر لایا! حالانکہ عقیدتاً اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلا نمبر دینا چاہیے تھا۔ یہ عظمتیں ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ دنیا نے تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے انسان پیدا نہیں کیے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔

جناب سید مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب ''النبی الخاتم'' میں ''زندہ نبی'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''یوں تو آنے کو سب ہی آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو اُن پر) بڑی کٹھن گھڑیوں میں آئے لیکن کیا کیجئے کہ اُن میں جو بھی آیا، جانے کیلئے ہی آیا۔ اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا۔ وہی جو اُبھرنے کے بعد پھر کبھی نہیں ڈوبا۔ چمکا اور پھر چمکتا ہی چلا جا رہا ہے، بڑھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔''

حضرت احمد علی لاہوریؒ نے مسئلہ حیات النبی پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حیاۃ دنیوی کی طرح مع جسد مبارک قبر شریف میں حیات ہیں مگر یہ بات بصیرت سے سمجھ میں آتی ہے یا عقیدت سے۔ (احمد علی لاہوری کے حیرت انگیز واقعات)

● ایک ماہانہ جریدہ خدام الدین کے شمارے ۶ فروری ۲۰۰۱ء میں ایک فتویٰ شائع ہوا جو کہ بڑے بڑے جید علماء نے دیا تھا۔ اس فتوے کے مطابق وصال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے، اور اس حیات کی وجہ سے (روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں)۔

ایک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے کی علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ

علیہ نے بہت عمدہ اور دل چسپ تفسیر و توجیہ کی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اتباع رسول اور تقلید نبوی میں ڈوب جانے کا نام ہی دیدارِ رسول ہے دنیا میں ایسے زندگی بسر کرو جیسے رسول پاک کا اسوہ حسنہ تم کو تلقین کرتا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو جن و انس سب میں مقبولیت حاصل ہو جائے گی۔ آپ کی سنت کی پیروی میں ڈوب کر خود شناسی حاصل کرو۔ یہی آپ کا دیدار ہے۔ (اقبال اور محبتِ رسول، ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی)۔

● ڈاکٹر محمد اقبال مذہب اسلام کے سچے مقلد تھے۔ انہیں اپنے مذہب سے پیار اور رسولؐ سے عشق تھا۔ رسولؐ کے اس عاشقِ صادق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس محفل میں بھی تذکرۂ رسولؐ ہوتا تھا اقبال فرطِ محبت اور جوشِ عقیدت سے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ اقبال کے اشعار، خطبات اور مکاتیب میں جا بجا ذکرِ رسولؐ ملتا ہے اور ہر جگہ اقبال اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اقبال پیغمبرِ اسلامؐ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں ایک خطبے میں یوں گویا ہوتے ہیں:

> ''پیغمبرِ اسلامؐ کی ذاتِ گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم و جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے۔ باعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے، لیکن باعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے۔ یہ آپ ہی کا وجود ہے کہ زندگی پر علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔''

ایک اور جگہ حضورؐ کی شان میں یوں رطب اللسان ہوئے ہیں:

> ''میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح ان کے زمانے میں ہوا کرتے تھے۔''

● ختم نبوت کے عقیدے پر گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ ''ختم نبوت کے عقیدے کی ثقافتی قدر و قیمت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیلئے اعلان فرما دیا کہ آئندہ کسی انسان کے ذہن پر کسی انسان کی حکومت نہیں ہوگی۔ میرے بعد کوئی شخص دوسروں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری بات کو بلا چون و چرا تسلیم کر لو۔ ختم نبوت ایسا عقیدہ ہے جس کی بدولت انسانی علم کے دائرے کو وسعت نصیب ہوگئی۔ (ملفوظاتِ اقبال، یوسف سلیم چشتی)

● شمعِ رسالت کے اس پروانے نے بارگاہِ الٰہی میں جب ''شکوہ'' پیش کیا اور مسلمانوں کی

حالتِ زار کی نشان دہی کی تو کس عقیدت اور محبت سے مقامِ رسول کو خدا کی جانب سے بطور "جواب شکوہ" متعین کیا:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

● "بالِ جبریل" اور "اسرار و رموز" میں بھی کئی مقامات پر حضور کی ذات کو دینی و دنیوی مسائل میں جزولاینفک قرار دیا۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب!
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب!

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل، غیاب و جستجو! عشق، حضور و اضطراب!

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ! عقل تمام بولہب!

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

● علامہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسا کوئی شعر نہیں کہا جسے میں نے اپنے قلب میں محسوس نہ کیا ہو اور محض عقل کے زور سے کہہ دیا ہو۔ یعنی میرے اشعار میں فکر اور جذبہ دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ (ملفوظاتِ اقبال، یوسف سلیم چشتی)

علامہ محمد اقبال کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ایک کامل اور اکمل نمونہ ہے۔ اور اسی لئے اس نمونہ کامل کے تمام پہلو رہتی دنیا تک سب کے لئے سامانِ ہدایت فراہم کرتے رہیں گے اور جو شخص حضور کے عشق میں ڈوب جائے اور آپ کی اطاعت کو اپنا شعار بنا لے اسے وہ

بے پناہ قوتیں حاصل ہوں گی کہ وہ بحر و بر پر اپنا تسلط جما لے گا بلکہ اس کو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر طاقت حاصل ہو جائے گی اور ڈاکٹر صاحب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پیش کرتے ہیں کہ ملک حبش کا ایک غیر معروف شخص مکہ مکرمہ میں غلام بن کر آیا۔ مگر عشقِ رسول کی برکت سے اسے وہ مقام ملا کہ مؤذنِ رسول بنا۔ تمام صحابہؓ ان کو عزت و اکرام سے دیکھتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ تو ان کو سیدنا بلال کہا کرتے تھے۔ یہ سب عزت و عظمت عشقِ نبی کے صدقے میں ان کو حاصل ہوئی تھی اور دنیا میں روزانہ پانچ وقت اذان کی آواز بلند ہوتی ہے تو حضرت بلالؓ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ محبت رسول کا صدقہ ہے یہ حیات دوام اور ڈاکٹر صاحب نے بھی کیا خوب کہا ہے

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

- حضرت بلالؓ جنتی ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کو جنت میں ایک طرف سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو محسن اعظم نے حضرت جبرائیلؑ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو جواب آیا کہ یہ آپ کے مؤذن حضرت بلالؓ ہیں، سبحان اللہ! (ذکرِ رسول ﷺ، ڈاکٹر حمید یزدانی)

علامہ اقبال اسوہ حسنہ کی تقلید کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم باغِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کلی ہو۔ بہارِ مصطفوی کی ہواؤں سے کھل کر پھول بن جاؤ۔ انہی کی بہار ایسی ہے کہ اس سے رنگ اور بو حاصل کرنی چاہیے۔ اس لئے حضور کے مکارمِ اخلاق اور اسوۂ حسنہ کا پرتو اپنے اندر پیدا کرو۔ مسلمان سرتاپا شفقت ہوتا ہے۔ دنیا میں اس کا ہاتھ اور زبان سب رحمت ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ نام لیوا ہے اس ذات گرامی کا جس کی انگلی کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ جو خلق عظیم کے حامل ہیں، اور جن کی رحمت سب کے لئے عام ہے۔ تم اگر آنحضرت کی راہ سے دور ہو جاؤ گے تو ہمارے زمرے سے خارج شمار کیے جاؤ گے۔ مسلمان کی طینت اور فطرت ایک موتی کے مانند ہے۔ جس کو آب و تاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر سے حاصل ہوتی ہے، تو آب نیساں ہے۔ اس سمندر کے آغوش میں آسودہ ہو جا، اور پھر اس سمندر سے موتی بن کر باہر آ۔

ڈاکٹر محمد اقبال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ایسی تھی کہ لوگوں کو آپ کے دیدار اور ملاقات کی آرزو رہتی

تھی۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ایک نظر ڈال لینا ہی دنیا اور آخرت کی نجات کے لئے کافی تھا اور "رموز بے خودی" میں فرمایا کہ فرد کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دے رکھی ہے اور ملت کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ملت آپ کے سورج کی شعاؤں سے ہی چمک رہی ہے۔ اسی طرح "اسرار خودی" میں عشق رسول کے سلسلے میں انہوں نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سنت کے بے حد پابند تھے اور انہوں نے خربوزہ صرف اس لئے نہ کھایا کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پھل کو کبھی کھایا یا نہیں اور اگر کھایا تو کس طرح۔ یہ بات یاد رہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے علاقہ "بسطام" میں خربوزہ بڑی وافر مقدار میں ہوتا ہے۔

کامل بسطام در تقلید فرد

اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

آپ بسطام کا مرد کامل نسبت رسول میں بے مثال تھا حتی کہ اتباع رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں خربوزہ کھانے سے اجتناب کرتا تھا۔

ایک صحابی کا ذکر ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو حضور کی جانب تاک لگائے دیکھتے رہتے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں ہی اس دیدار کی بہار لوٹ لوں۔ آخرت میں حضور کے مقام رفیعہ تک تو ہماری رسائی بھی نہ ہو گی۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اور نبی اکرم نے فرمایا کہ جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی بھی پیارا نہ تھا مگر میرے دل میں حضور کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضور کو نہ دیکھ سکتا تھا۔
- حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے مجمع میں تشریف لاتے تو کوئی بھی (رعب و جلال کی وجہ سے) نگاہ بلند نہ کرتا۔ البتہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نظر اٹھا کے دیکھ لیتے تھے، اور حضور بھی ان کی جانب زیادہ دیکھا کرتے تھے۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے اور وہ بھی متبسم ہوتے تھے۔
- حضرت عبید اللہ صحابی کا ذکر ہے کہ انہوں نے آپ سے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم آپ مجھے اہل وعیال اور مال سے زیادہ عزیز اور پیارے ہیں اور جب آپ مجھے یاد آتے ہیں تو میں گھر میں ٹک نہیں سکتا اور آپ کو دیکھ کر تسلی پاتا ہوں۔ مگر میں اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا تصور کر کے سوچتا ہوں کہ حضور تو فردوس بریں میں انبیاء کے درجہ بلند پر ہوں گے اور میں اگر بہشت میں پہنچا بھی تو کسی ادنیٰ مقام پر ہوں گا اور وہاں حضور کا دیدار نہ پا سکوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔ اسی طرح حضرت انس بن مالک سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو صبح و شام ایسی زندگی بسر کر سکتا ہو کہ تیرے دل میں کسی کا کینہ نہ ہو تو ضرور ایسا ہی کر پھر فرمایا یہی میری روش ہے اور جس نے میری روش کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ سبحان اللہ۔

حضرت علی المرتضیٰؓ سے کسی نے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کیسی ہوتی تھی۔ آپ نے جواب دیا بخدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال و اولاد و پدر و مادر سے زیادہ محبوب تھے جیسے کہ ٹھنڈا پانی پیاسے کو پیارا ہوتا ہے اور اسی سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان برحق ہے کہ ہر شخص کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

جی۔ ایس دارا(۱) نے اپنی خوبصورت کتاب ''رسول عربی'' صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک سکھ محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ رواداری کی روشن مثال پیش کی ہے۔ بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ: ''رسول عربی'' اس مختصر و جامع رسالہ کا نام ہے، جو دارا صاحب کے تخم محبت کا ثمر اولین

۱۔ رسول عربی ﷺ (یا محمد کی سرکار) ایک سکھ مصنف، پروفیسر جی ایس دارا (سردار گوردت سنگ دارا) کی تصنیف ہے جو لاہور ہائی کورٹ کے ایڈووکیٹ اور رسالہ ''انڈیا'' لندن کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں ۱۹۱۴ء میں سردار صاحب لاہور سے لندن آئے تو اس کتاب کا مسودہ اوّل ان کے پاس موجود تھا۔ جس میں بعد ازاں وہ ترمیم و اضافہ کرتے رہے۔ ۱۹۲۰ء میں سید سلیمان ندوی، مولانا محمد علی جوہرؒ کے تین رکنی خلافت ڈیلی گیشن میں شامل ہو کر لندن آئے تو سردار صاحب انہیں ملے اور اپنی کتاب کا مسودہ دکھایا۔ سید سلیمان ندوی مصنف کی بے تعصبی اور توحید پرستی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس کی خواہش پر اشاعت اوّل کے لئے دیباچہ بھی عطا کیا۔ اس دیباچے میں سید صاحب نے دل کھول کر رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف کی ہے۔

ہے۔ اس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ حیاتِ مبارک شروع سے آخر تک اس انداز میں جمع کر دیئے گئے ہیں کہ اکثر مقامات پر ایک مسلمان کو بھی اس خلوصِ نیاز پر رشک آنے لگتا ہے۔" یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے اور ہر حصہ متعدد ابواب میں منقسم ہے۔ کتاب کی ابتداء میں مصنف نے "بحضور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے بڑے عقیدت مندانہ انداز میں سرزمین عرب، ہمالیہ کی بلند چوٹیوں اور آبِ گنگا سے خطاب کیا ہے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سے آگاہ کیا ہے۔ اس عرضداشت کی ابتدائی سطور یہ ہیں:

"ایک صاحبِ کمال آیا، جس نے جلوۂ حق دکھایا۔ جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی۔ جس کی نگاہِ شوق اس پر پڑی، اسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔ اے عرب! کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ، جو تو نے نور اللہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی آنکھوں سے درشن کئے۔"

اور اس کے بعد لکھا ہے:

"اے کوہِ ہمالہ! مگر سچ کہنا، کہیں دیکھا ہے تو نے مکہ کا راج دلارا؟ کہیں نظر پڑا ہے تجھے بھی وہ مدینہ کا پیارا؟ اے آبِ گنگا! آخر یہ تو کہہ، کہیں اس آبِ زمزم والے سے بھی تری آنکھ لڑی؟ کہیں اس مکی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جل بھری! اے تاجدارِ عرب صلی اللہ علیہ وسلم! سنتے ہیں، تیری چھب موہنی تھی اور تیرا روپ انوپ تھا۔ اے دلدارِ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تیری پریت کی جوت جس من میں جگی، وہ بجھائے نہ بجھی۔ جس آنکھ پر تیری نگاہ پڑی، وہ پھر تیری ہی ہو رہی۔"

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "رحمۃ للعالمین" میں قرآن حکیم کی متفرق آیات کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سارے جہانوں، سارے ملکوں اور ساری قوموں کیلئے باعثِ رحمت ہے۔ مصنف نے ایک ایک کر کے وہ

سب احسانات گنوائے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے بنی نوع انسان پر کیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دنیا کی کوئی شخصیت ایسی نہیں، جس سے اتنی زیادہ محبت کی گئی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اپنے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے محبوب خلائق، محبوب ملائکہ اور محبوب خدا ہیں۔ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ایک حدیث کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان میں داخل ہے کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ماں باپ، آل اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔ مصنف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا، عدل وانصاف، شجاعت، تواضع، حیا، شفقت ورافت، عفو وکرم، زہد فی الدنیا اور عام اخلاق کی مثالیں دیکر ثابت کیا ہے کہ ایسے اسوۂ حسنہ کی مالک شخصیت سے کون محبت نہیں کرے گا۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنی ذہنی اور جذباتی کیفیات کے سلسلے میں جناب نیاز الدین کے نام اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ میں لاہور کے ہجوم میں رہتا ہوں مگر زندگی تنہائی کی بسر کرتا ہوں۔ مشاغل ضروری سے فارغ ہوا تو قرآن حکیم یا عالم تخیل میں قرون اولیٰ کی سیر۔ مگر سوچیے کہ جس زمانے کا خیال اس قدر حسین وجمیل اور روح افزا ہے وہ زمانہ خود کیسا ہوگا۔ پھر فرمایا:

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا

خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

ڈاکٹر صاحب "اسرار ورموز" میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی مثال گل صد برگ کی سی ہے کہ گو اس میں سو پنکھڑیاں ہیں مگر سب ایک اصل سے وابستہ ہیں اور میں تمہیں کیا بتاؤں کہ آپ کی محبت کیا چیز ہے۔ یہ محبت تو وہ ہے جو بے جان چیزوں کو بھی آپ کے لئے بے قرار رکھتی ہے۔ چنانچہ منبر کی خشک لکڑی بھی آپ کی جدائی میں ایسے زار و قطار اور بلند آواز سے روئی تھی کہ سننے والے ششدر رہ گئے۔ مسلمانوں کا وجود آپ کے جلوؤں سے روشن ہے اور آپ کے قدموں کی خاک ایسی مقدس اور بلند رتبہ ہے کہ اس سے طور جنم لیتے ہیں۔ سبحان اللہ خاک یثرب! یہاں کی خاک دونوں عالم سے بہتر اور بڑھ کر ہے۔ کتنا پیارا اور مبارک شہر ہے۔ وہ شہر جہاں ہمارا محبوب آسودہ خواب ہے اور ارشاد گرامی ہے:

میرے جسم میں استعمال ہونے والی خاک کو اس شہر نور (مدینہ منورہ) کی
خاک کا وہ حصہ ہونے کا شرف حاصل ہے جہاں میری آخری آرام گاہ ہے
اور اسی طرح آپ نے ایک دفعہ فرمایا جس اللہ کے ہاتھ میں میری جان ہے
مجھے اس کی قسم مدینہ منورہ کی مٹی بھی صاحب ایمان ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال
نے خوب فرمایا ہے۔ (نقوش سیرت نمبر ۹)

خاک یثرب از دو عالم خوش تر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

ترجمہ: طیبہ کی خاک دونوں جہانوں سے بہتر ہے۔ اے (دل کی) ٹھنڈک شہر کہ
وہاں محبوب ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

حضرت علامہ ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب مدظلہ العالی (۱) اپنی معروف سیرت ایوارڈ
یافتہ کتاب "مدینۃ الرسول" صلی اللہ علیہ وسلم جس کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں لکھا گیا،

۱۔ جناب منظور احمد شاہ صاحب اللہ تعالیٰ ان کو عمر خضر عطا فرمائے وہ مبارک ہستی ہیں کہ ۱۹۸۶ء میں حج
کے دوران منیٰ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر بڑا کرم ہوا کہ ان کے
خیمے میں ہم گنہگاروں کو جگہ مل گئی۔ ہمارا پہلا حج تھا اور ان کا ماشاء اللہ لگاتار ۲۷ واں۔ بلکہ اس طرح
کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی سپردگی میں دے دیا۔ اس کے بعد میدان
عرفات، مزدلفہ اور پھر منیٰ میں ان کا بابرکت ساتھ۔ اس سے زیادہ ہماری کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔
ہمارے لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس حج کو جو کہ ۱۴ اگست ۱۹۸۶ء کو ہوا حج اکبر بنا دیا۔ شاہ صاحب کی یہ
بہت بڑی ذرہ نوازی ہے کہ ہم جیسے گناہ گاروں کو ابھی تک اپنائے ہوئے ہیں اور جب بھی خدمت
عالیہ میں گزارش کرتا ہوں غریب خانے کو اپنے بابرکت قدموں سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کو جزائے خیر دے اور انکے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)
صدیق حسن ملک

میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''غالباً ۱۹۶۵ء کی بات ہے ان دنوں میں شدید بیمار تھا۔ داڑھی کے بال گر رہے تھے۔ سر کے بال اکھڑ چکے تھے۔ تمام رات درد اور کھجلی میں گزر جاتی۔ خارش کی شدت سے نڈھال رہتا۔ تمام رات جاگتے گزر جاتی، نیند کا تصور ہی نہ تھا۔ نیند کے لئے دعائیں کرتا۔ جس رات نیند آتی میری عید ہوتی، سجدہ شکر بجا لاتا۔ پاکستانی معالجین کو آزمایا۔ علاج میں کوئی کمی نہ رکھی۔ میری بساط سے زیادہ رقم خرچ ہوگئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ کھجلی سے خون بہہ نکلتا۔ قدرت کا کرم ہوا۔ اس سال اسی حال میں مجھے سرزمین طیبہ پاک میں حاضری نصیب ہوئی۔ یوں تو مدینہ منورہ کی خاک پاک جہاں سے لی جائے۔ خاکِ شفا ہی ہے۔ تاہم ایک خاص میدان بھی ہے جو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کے قریب ہے میں اس مقدس میدان میں حاضر ہوا، مٹی پاک اٹھائی، پانی میں بھگو کر تمام جسم پر مل لی۔ میرے ساتھی میرے اس انداز پر حیران تھے، مگر مجھے یقین کامل تھا کہ آج رنج و آلام کے بادل چھٹ جائیں گے کہ اس خاک پاک کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاکِ شفا فرمایا ہے۔ اس مقدس مٹی کا لگنا تھا کہ مجھے اپنے زخموں پر ٹھنڈک محسوس ہوئی، آج بیس برس گزر گئے مگر یہ واقعہ لکھتے ہوئے بھی میں وہی ٹھنڈک آج بھی محسوس کر رہا ہوں۔ چند لمحات بعد میں نے غسل کیا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ پھر کبھی یہ دکھ محسوس نہیں ہوا۔''

ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی حالت میں زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ اب بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہوا کرتے تھے۔ علامہ کو آپ کی نبوت پر زبردست اعتقاد تھا اور وہ حضور پاک کی ذات مبارکہ سے بے پناہ عشق رکھنے کی وجہ سے صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے۔(۱) ایک دفعہ ایف سی کالج لاہور کے پرنسپل نے جو کہ انگریز تھا علامہ سے تخلیے میں پوچھا کہ آپ کے نزدیک آپ کے نبی پر

۱۔ اقبالیات کے ۱۰۰ سال، اکادمی ادبیات، پاکستان۔

قرآن کا مفہوم نازل ہوتا تھا یا کہ الفاظ نازل ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو قرآن کی عبارت عربی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی۔ جب پرنسپل نے اس جواب پر بہت تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو خود اس کا تجربہ ہے میں پیغمبر نہیں ہوں۔ محض ایک شاعر ہوں جب میرے اوپر شعر کہنے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو مجھ پر بنے بنائے اور ڈھلے ڈھلائے شعر نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک شاعر پر پورا شعر نازل ہو سکتا ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی پوری عبارت نازل ہوتی تھی۔

۴۲ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے عقلی دلائل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ عقلی دلائل تو جتنے باری تعالیٰ کے وجود کے دیئے جا سکتے ہیں اتنے ہی عدم وجود کے بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ سوال کرنے والے نے حیران ہو کر پوچھا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل کیونکر ہیں؟ تو علامہ نے برجستہ جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا اس وجہ سے قائل ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ "اللہ" ہے۔

۴۳ ۱۹۳۱ء میں علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گئے تو راستہ میں سکندریہ (مصر) رکے، جہاں مصر کے دیگر علماء و شخصیات کے ساتھ سید محمد قاضی ابوالعزام نے استقبال کیا اور پھر شام کو اپنے صاحب زادوں کے ساتھ علامہ کی قیام گاہ پر ملاقات کیلئے آئے۔ علامہ نے کہا: میں خود زیارت کے لئے حاضر ہو جاتا، آپ کیوں تشریف لائے؟ قاضی ابوالعزام نے کہا کہ خواجہ دو جہاں کا ارشاد ہے: جس نے دین کے لئے تمسک کیا اس کی زیارت کو جاؤ گے تو مجھے خوشی ہوگی، لہٰذا ارشادِ نبویؐ کے مطابق چلا آیا ہوں کہ میرے آقا خوش ہوں۔ علامہ نے سنا تو بے تاب ہو گئے اور انہیں ایک چپ سی لگ گئی۔ سید قاضی ابوالعزام نصیحتیں کرتے رہے اور علامہ سنتے رہے۔ جب وہ واپس ہوئے تو علامہ دیر تک روئے اور فرمایا: ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ لوگ مجھ جیسے گنہگار کو متمسک بالدین جان کر خواجہ دو جہاںؐ کے ارشاد کی اتباع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے ملنے آتے ہیں۔ اتنا کہہ کر پھر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

آپ کی اطلاع کے لئے!

الحمدللہ! ماہنامہ کاروانِ قمر

- پاکستان بھر اور آزاد کشمیر و بلتستان سمیت دنیا کے مختلف ممالک میں پڑھا جاتا ہے۔
- دنیا کے دور دراز ملک آسٹریلیا میں بھی ہمارا نمائندہ خاص آسٹریلیا کا شہریت یافتہ "قمرالاسلام" کا پروردہ حافظ محمد اسلم قادری موجود ہے۔
- ملک کی مقتدر علمی، ادبی، مذہبی، سیاسی، سماجی قد آور شخصیات اسے مطالعہ کا شرف بخشتی ہیں۔
- پاکستان کی جامعات اور بڑی لائبریریوں کی یہ زینت ہے۔
- علمی، ادبی، تحقیقی، سوانحی اور اصلاحی مضامین کے دلکش انتخاب نے اسے اپنے حلقہ مطالعہ میں فخر سے متعارف کرایا ہے۔
- آپ اس علمی اور قلمی جہاد میں جس انداز سے ہمارا ساتھ دے سکیں ہم آپ کے لئے دعا گو اور آپ کے شکر گزار ہوں گے۔
- سالانہ زرِ اعانت پاکستان میں ڈاک خرچ سمیت صرف ۲۰۰ روپے ہے۔

مفید مضامین لکھ کر • سالانہ خریدار بن کر • حلقہ احباب میں متعارف کرا کے اور بالخصوص اشتہارات دے کر ہماری معاونت کی درخواست یاد رکھیں۔

نرخ نامہ اشتہارات

ٹائٹل بیک رنگین اشتہار : ۵۰۰۰ ان ٹائٹل مکمل صفحہ ۳۰۰۰

عام سادہ مکمل صفحہ ۱۰۰۰ نصف سادہ صفحہ ۵۰۰

سرکولیشن منیجر: قاری محمد یعقوب بالاکوٹی

رابطہ نمبر: 0300-3488459

دفتر ماہنامہ کاروانِ قمر، دارالعلوم قمرالاسلام، پنجاب کالونی، خیابانِ جامی، کراچی

رابطہ سیکریٹری الحاج محمد یار سعیدی: 021-35376884 - 021-35376793

جشن عید میلاد النبی ﷺ

مولانا ندیم احمد قادری
مدرس: جامعہ انوار القرآن مدنی مسجد
گلشن اقبال، بلاک نمبر ۵، کراچی

اس وقت ہماری گفتگو کا موضوع جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے میلاد النبی کا مقصد سید الانبیاء حبیب کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہے۔ چاہے ذکر ان کی ولادت باسعادت کا ہو یا صداقت و عدالت کا۔ ذکر سخاوت و شجاعت کا ہو یا امانت و دیانت کا، ذکر حسن و جمال کا ہو یا جود و نوال کا یا کسی اور خوبی و کمال کا۔

اگر کوئی پوچھے کہ ہم ان کا ذکر کیوں کرتے ہیں تو ہم کہیں گے:

جب بھی ذکر رسول ہوتا ہے
رحمتوں کا نزول ہوتا ہے
جو نبی کو قبول ہو جائے
وہ خدا کو قبول ہوتا ہے
اتنے درجات بڑھتے جاتے ہیں
جتنا عشق رسول ہوتا ہے
عشق محبوب کے بغیر
ہر عمل فضول ہوتا ہے
جس میں حب حبیب شامل ہو
ذکر وہی قبول ہوتا ہے

نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکر اللہ رب العزت کو محبوب و مرغوب و مطلوب ہے کہ نبی کریم کا ذکر رب کریم ہی کا ذکر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے ورفعنا لک ذکرک ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا۔

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ جانتے ہیں کہ خداوند قدوس نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدائے قدیر بہتر جانتا ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی رب کریم ارشاد فرماتا ہے: اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیَ اے محبوب جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔

لہٰذا جہاں جہاں اللہ کا ذکر ہے وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہے۔
کلمے میں رب کریم کا ذکر ہے تو نبی کریم کا بھی ذکر ہے۔
اذان میں رب العالمین کا ذکر ہے تو رحمۃ للعالمین کا بھی ذکر ہے۔
اقامت میں پروردگار عالم کا ذکر ہے تو مختار دوعالم کا بھی ذکر ہے۔
نماز میں خالق کائنات کا ذکر ہے تو باعث تخلیق کائنات کا بھی ذکر ہے۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں ائمہ کرام فرماتے ہیں جَعَلْتُکَ ذِکْرًا مِّنْ ذِکْرِیْ فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ یعنی اے محبوب میں نے تمہیں اپنا ذکر بنایا جس نے تمہارا ذکر کیا اسے نے میرا ہی ذکر کیا۔ اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اللہ ہیں۔ اور اللہ جلیل و جبار تیرہویں پارہ سورہ رعد آیت نمبر ۲۸ میں ارشاد فرماتا ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ سن لو اللہ ہی کے ذکر میں دلوں کا چین ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر وہ ذکر ہے جس سے دلوں کو اطمینان و سکون وراحت وچین حاصل ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مؤمنین ولادت مبارکہ (میلاد) یعنی تشریف آوری کا ذکر نہایت ہی شایانِ شان طریقے سے کرتے ہیں، یومِ ولادت پر خوشی ومسرت وانبساط کا اظہار کرتے ہیں، خوب جشن مناتے ہیں اور اس دن کو دونوں عیدوں سے بڑھ کر جانتے ہیں۔
جشن خوشیاں منانے کا نام ہے جو ہر نعمت وراحت کے موقع پر بطور شکر منایا جاتا ہے۔

سورۂ یوسف آیت نمبر ۹۹ کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں: جب یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی وہ چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو لے کر آپ والد صاحب کے استقبال کے لئے صدہا ریشمی پھریرے اڑاتے قطاریں باندھے روانہ ہوئے اور نہایت شان و شوکت سے یعقوب علیہ السلام کا استقبال کیا گیا۔

ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی مسرت و خوشی میں یوسف علیہ السلام نے ایسے اہتمام عظیم سے جشن منایا۔ مؤمنین بھی اپنی بساط کے لائق سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف پر ایسا ہی جشن مناتے ہیں اور اپنے مالک و مولیٰ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہیں۔
اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ط ھو خیر مما یجمعون ○ (یونس: ۵۸)

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے یہاں رحمت سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رب کریم قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین ○

اور ہم نے آپ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر ہمیں خوشی و جشن منانے کا حکم فرما رہا ہے۔ سورۃ الضحیٰ میں ارشاد خداوندی ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدث ○

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

جب تک یہ نعمت نہ تھی کسی نعمت کا وجود نہ تھا، نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ آفتاب تھا نہ ماہتاب، نہ دن تھا نہ رات، نہ گرمی تھی نہ سردی، نہ پھول تھے نہ پھل، نہ بہار تھی نہ خزاں، نہ چرند تھے نہ پرند، نہ صحرا تھے نہ گلشن، نہ شجر تھے نہ حجر، نہ دریا تھے نہ سمندر، نہ ہوا تھی نہ پانی، نہ آگ تھی نہ خاک،

نہ جن تھے نہ ملک، نہ حیوان تھے نہ انسان، نہ یہ چہل پہل تھی نہ یہ ریل پیل، نہ دیوانگی تھی نہ شعور، نہ ہجر نہ وصال، نہ اقرار تھا نہ انکار، نہ جوانی تھی نہ بڑھاپا، نہ ہوش تھا نہ خرد، نہ نشیب تھا نہ فراز۔

اللہ رحمن ورحیم فرماتا ہے میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا جب میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ہی ساری نعمتیں ہمیں میسر آئیں آپ نعمت بھی ہیں اور نعمت گر بھی کہ آپ ہی نے نعمت کو نعمت بنایا۔ آپ کے سبب سے بت پرست خدا پرست بن گئے۔ مذکورہ آیت میں رب کریم ہمیں اس نعمت یعنی اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب چرچا کرنے کا حکم ارشاد فرما رہا ہے۔

عید میلاد النبی پر حاسد اور غادر طنز کرتے اور کہتے ہیں کہ عیدیں تو دو ہی ہیں۔ عید فطر اور عید بقر، تیسری عید کہاں سے آئی؟ ہم کہتے ہیں کہ بے شک یہ دونوں عیدیں عید فطر اور عید بقر ضرور ہیں مگر قرآن کریم میں ان میں سے ایک کا بھی ذکر نہیں قرآن کریم نے تو ایک کلیہ عطا فرمایا ہے:

(کما قال تعالٰی) قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک ج (المائدۃ:۱۱۴)

"عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان (مائدہ) اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو، ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی۔"

تو قرآن نے ظاہر فرما دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما کہ جس دن وہ خوان اتارا جائے وہ دن ہمارے اگلوں پچھلوں کے لئے عید کا دن ہو جو تیری طرف سے ایک نشانی ہو تیری نعمت و احسان، معلوم ہوا کہ عید اس روز کو کہا جاتا ہے جس روز اللہ عزوجل اپنے بندوں پر احسان فرمائے اور ان کو اپنی نعمتوں سے نوازے یہاں نزول مائدہ جو اللہ عزوجل کی ایک نعمت ہے کہ جس دن خوان اتارا گیا اس کو عید کا دن فرمایا گیا اور اللہ جلیل و جبار کی سب سے بڑی اور

افضل و اعلیٰ نعمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا (العمران: ۱۶۴)

"بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا"

اللہ عزوجل نے بے شمار نعمتیں اپنے بندوں پر نازل فرمائیں اور بے حد احسانات فرمائے۔ مائدہ (خوان) نازل فرمایا جو اگلوں پچھلوں کے لئے عید ہے من وسلویٰ اتارا یہ نہ فرمایا کہ ہم نے تم پر احسان فرمایا مگر سب سے بڑا احسان اور سب سے عظیم نعمت جو مسلمانوں کو عطا فرمائی گئی وہ اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہے جو ساری عیدوں کی عید ہی نہیں بلکہ ساری عیدوں کی جان ہے۔ ان کی تشریف آوری مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام کائنات کے لئے رحمت اور مسلمانوں پر اللہ کا خاص احسان و انعام ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمانوں پر رؤف و رحیم بنایا فرماتا ہے: وبالمؤمنین رؤف رحیم ۝ اس جان عید اور عیدوں کی عید میں یعنی ان کی تشریف آوری پر اللہ عزیز و منان کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

یوم میلاد النبی ہی سید الایام ہے
اور سب عیدوں سے بہتر ہے عید میلاد النبی
اس کی ضو سے مٹ گئی ہیں کفر کی تاریکیاں
نور حق سے ہے منور عید میلاد النبی
ہر طرف ہے دھوم میلاد شہ کونین کی
ہو رہی ہے آج گھر گھر عید میلاد النبی
اے قمر عظمت میں، عزت میں، شرف میں، شان میں
وہ دونوں عیدوں سے ہے بڑھ کر عید میلاد النبی

اللہ رب العزت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف کا ذکر (میلاد) قرآن کریم میں یوں فرماتا ہے:

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم

جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه ط قال ءاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری ط قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاھدین ○

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میری بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔" (کنز الایمان)

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں مولی المسلمین و امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے راوی:

لم یبعث اللہ نبیا من ادم فمن دونہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویاخذ العھد بذالک علی قومہ۔

یعنی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء کرام بھیجے سب سے پہلے محمد رسول اللہ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے، چنانچہ اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نشر مناقب و ذکر مناصب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس و محافل ملائک منزل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و مدح سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے۔ (اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اس مختصر تحریر سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل نے ازل ہی میں اپنے پیارے محبوب محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری، جو جاء کم سے ظاہر ہے کا ذکر فرمایا۔ اسی کو تو مسلمانان عالم میلاد شریف کہتے ہیں گویا اللہ عزوجل نے ازل ہی میں میلاد مبارک بیان فرمایا اور تمام انبیاء ومرسلین سے ان کے بارے میں عہد لیا لہٰذا اس عہد ربانی کے مطابق تمام انبیاء ومرسلین، حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کا انعقاد کرتے یعنی ذکر تشریف آوری سرکار ابد قرار کرتے اور اپنی امتوں سے ان کے متعلق ایمان لانے اور ذکر پاک یعنی میلاد شریف کی ہدایت فرماتے رہے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر و چرچا فرماتے رہے۔ جب وقت وصال آیا، شیث علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند میرے بعد تو خلیفہ ہوگا۔ عماد تقویٰ وعروۃ وثقیٰ کو نہ چھوڑنا: العروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم عروۃ وثقی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جب اللہ کو یاد کر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا: فانی رایت الملائکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا، کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر وقت ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔ (کما ذکرہ امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

یوم ولادت اور محافل میلاد میں چراغاں وروشنی دیکھ کر بعض پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل اور آنکھ کے اندھے نام نین سکھ کے مصداق لوگ اسے بدعات وناجائز قرار دلیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ربیع الاوّل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں چراغاں کرنے میں سنت اللہ کی پیروی ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں حدیث ہے:

ساخبرکم باوّل امری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسٰی ورؤیا امی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لھا نورا اضاء لھا منہ قصور الشام۔

میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں، میں دعاء ابراہیم علیہ السلام ہوں اور بشارت عیسٰی علیہ السلام ہوں، میں اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ان کے لیے شام کے محل چمک گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ

نے یہ اہتمام فرمایا اور اتنی تیز روشنی ظاہر فرمائی کہ مکہ معظمہ سے ملک شام تک کی عمارتیں ظاہر ہوگئیں۔
اس میں یہ تعلیم تھی وہ خالق و مالک ہو کر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار کرنے کے لیے
اہتمام فرماتا ہے تو بندے بھی ولادت باسعادت کی خوشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار
کرنے کا اہتمام کریں۔

اپنے مضمون کا اختتام حضور سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ان اشعار پر کرتا ہوں:

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

وفیات

۱۔ مرکزی جماعت اہلسنت آزاد کشمیر کے مرکزی رہنما حضرت علامہ قاری ضیاء المصطفیٰ منور صاحب کے والد گرامی کا انتقال ہوگیا ہے۔

۲۔ مرکزی جماعت اہلسنت ضلع نیلم کے رہنما حضرت علامہ مفتی اقبال اختر نعیمی کی والدہ ماجدہ انتقال کرگئی ہیں۔

۳۔ ضلع نیلم کے بزرگ صوفی، قاری محمد یوسف (باڑیاں) میں انتقال کرگئے۔

۴۔ جمعیت علمائے جموں و کشمیر ضلع مظفر آباد کے ناظم اعلیٰ مولانا میاں محمد بشیر نقشبندی کی اہلیہ کا وصال ہوگیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جملہ قارئین کاروانِ قمر سے فاتحہ شریف کی درخواست ہے۔

دعاؤں کا طلبگار
شیخ عبدالرحمٰن صدیقی نورانی کراچی۔

نظیر لدھیانوی کی نعت شناسی

پروفیسر محمد اقبال جاوید، گوجرانوالہ

عہدِ حاضر میں جیسے جیسے تعلیم عام ہو رہی ہے، ویسے ویسے تربیت ختم ہوتی جا رہی ہے اور تربیت کے بغیر تعلیم ایک لفظ ہے بے معنی اور ایک جسم ہے بے روح۔ آج معلومات بڑھ رہی ہیں اور علم گھٹ رہا ہے۔ ذہن تیز اور دل تاریک ہوتے جا رہے ہیں، چہرے روشن ہیں اور اندروں چنگیز سے تاریک تر:

سوچو تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح
دیکھو تو اک شکن بھی نہیں ہے لباس میں

آج کا کم سن بچہ بھی وجہ و دلیل کے بغیر باپ کی بات نہیں مانتا۔ وہ "علم" نایاب ہو گیا ہے جو بلاچون و چرا باپ کی چھری کے نیچے گردن رکھ دیتا تھا۔ عیاں ہے کہ جوہرِ علم کا تعلق درس گاہوں سے کہیں زیادہ دل والوں کی نگاہوں سے ہے:

زندگی دے رہے ہیں آنکھوں سے
کیا سلیقہ ہے بھیک دینے کا!

حق یہ ہے کہ "علم" سے بصارت کو بصیرت نصیب ہوتی ہے، ذہن اور دل میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ شعور میں بیداری اُبھرتی ہے۔ خود شناسی، خدا شناسی کے اسرار بتاتی ہے۔ زندگی کا سراغ ملتا ہے، راستے روشن اور منزل واضح ہو جاتی ہے۔ سوچ میں سچائی اور بات میں دانائی آتی ہے اور اندھیرے اجالوں میں بدل جاتے ہیں کہ علم، اللہ کا نور ہے اور یہ نور اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوا کرتا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ صدق اظہار نے علم کو دلوں کی روشنی اور نگاہوں کا نور قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک علم تو وہ ہے جو زبان سے گزر کر دل میں جگہ پکڑتا ہے یہی علم قیامت میں کام آئے گا۔ اور ایک علم وہ ہے جو صرف زبان پر رہتا ہے، دل تک نہیں پہنچتا، یہ علم اللہ تعالیٰ کی عدالت میں آدمی کے خلاف حجت اور دلیل بنے گا......" اور یہ بھی

سمجھایا کہ ''علم'' عمل کو آواز دیتا ہے، وہ جواب دے تو ٹھہر جاتا ہے ورنہ کوچ کر جاتا ہے۔ اقبال عہدِ حاضر کی اسی ''علمی لاعلمی'' کی طرف اشارہ کر رہا ہے:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

☆

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

یہ تمہید قلم سے بے ساختہ اس لئے نکل گئی کہ میں دورِ حاضر کی نعت گوئی کے بارے میں، دورِ حاضر ہی کے ایک عظیم نعت شناس پروفیسر ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی رحمۃ اللہ علیہ کے چند جملے بطور حوالہ محفوظ کرنا چاہتا تھا جو مولانا سید محمود احمد برکاتی کے بارے میں ایک خاکہ (مطبوعہ ''تعمیر افکار'' کراچی، جنوری، فروری ۲۰۰۹ء) لکھتے ہوئے ان کے قلم سے بے ساختہ نکل گئے تھے:

شعر و ادب کے بغیر آدمی، انسان نہیں بنتا، شعر ہماری شخصیت کے وحشی گوشوں کو تراش کر انھیں تہذیب سے آشنا کرتا ہے۔ شعر علم سے وسعت اور توانائی حاصل کرتا ہے، علم کے بغیر شعر کی جو حالت ہوتی ہے، اس کا اندازہ آج کی نعتیہ شاعری سے ہو سکتا ہے۔

ماضی میں علم سے بہرہ ور شاعر مشک و گلاب سے وضو کر کے، نعت کے لئے قلم اُٹھاتے تھے مگر لرز لرز کر رہ جاتے تھے کہ انھیں مالک اور ملائک کے ارمغانِ صلوٰۃ و سلام کے بعد عجزِ بیان ہی بہترین بیان نظر آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس دور میں نعتیں تو خال خال ملتی ہیں مگر نعتیہ دیوان ڈھونڈنا پڑتے ہیں، جب کہ علم کے بغیر نعت گوئی کے اس دور میں، غزلیں دھڑا دھڑ نعتیں بن رہی ہیں اور نعتیہ مجموعے اس کثرت سے منصۂ شہود پر آ رہے ہیں کہ خامہ انگشت بہ دنداں اور ناطقہ سر بہ گریباں ہے کہ لوگ کیسے بے دھڑک اور بے جھجک تلوار کی دھار پر رواں دواں ہیں۔ نعت گوئی کی دوڑ میں شریک نسلِ نو کو کون سمجھائے کہ کم لکھنا چاہئے مگر کام کا لکھنا چاہئے، کون بتائے کہ علم سے تہی، نعت گوئی سے کہیں بہتر ہے کہ بیدلؔ کے اس مشورے پر عمل کر لیا جائے جو وہ سال ہا سال پہلے دے چکا ہے۔

زلافِ حمد و نعت اولیٰ است بر خاکِ ادب خفتن

سجودی می تواں بردن، درودی می تواں گفتن

گویا اللہ تعالیٰ کے حضور میں خلوصِ دل سے ایک سجدہ اور مواجہہ شریف پر ایک ''نفس گم کردہ'' حاضری، حمدیہ اور نعتیہ مجموعوں کے اجتماع سے کہیں انسب ہے۔

جناب نظیر لدھیانوی کا تعلق ماضی کے اُسی دور سے تھا جس میں شعرائے کرام علمی صلاحیتوں، شعری رفعتوں اور قلبی نظافتوں کے باوصف، نعت کہنے سے لرزتے تھے انھیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کرتے ہوئے، ہر تشبیہ، آپ کی ذاتِ اقدس سے فروتر نظر آتی تھی، اوصاف کے اعتبار سے مشبہ بہ کو مشبہ سے برتر ہونا چاہیے مگر نعت میں ہر مشبہ کی اجمل، اکمل اور احسن ذات پاک کے مقابل انتہائی کم تر نظر آتا ہے ہ مشبہ، انسانیت کی معراج ہے اور اسی معراج کے بعد الوہیت کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ بھی بے مثال ہیں اور اُن کے بعد، اُن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بے عدیل ہیں، دونوں کی ثناء و توصیف کے لئے تشبیہات و استعارات کا پورا ذخیرہ عاجز اور قاصر ہے، ویسے بھی ایک بشر، خیر البشر ﷺ کی تعریف کر ہی نہیں سکتا اس کے لئے انتہائی مشکل ہے کہ وہ مقامِ الوہیت کی رفعتوں اور مقامِ رسالت کی نزاکتوں کی کما حقہ تفہیم و تحسین کر سکے:

کتنا مشکل ہے فاصلہ رکھنا

نعت کو حمد سے جدا رکھنا

نظیر لدھیانوی، غزل اور نظم کے خوب صورت شاعر تھے۔ وہ پُر گو بھی تھے اور بدیہہ گو بھی۔ انھوں نے نعتیں ضرور کہیں مگر کم، بہ مشکل ایک مختصر سا مجموعہ ''آفتابِ حرا'' جو ۱۹۸۸ء میں طبع ہوا۔ یہ مجموعہ ''کیفیت'' کے اعتبار سے اس قدر معتبر ہے کہ جناب پروفیسر مرزا محمد منور'' ایسی صاحبِ دل اور صاحبِ نظر شخصیت نے اس کی بھرپور انداز میں تحسین کی ہے۔ نعت نگاری کے بارے میں مرزا محمد منور کی یہ تحریر ''ادبی تبرک'' کی حیثیت رکھتی ہے:

حضرت اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی ہماری ملت کے نام ور اور بلند مقام شعرائے معمرین میں سے ہیں۔ میں کہ تین ماہ تک ان شاء اللہ پینسٹھ برس کا ہو جاؤں گا۔ لڑکپن سے ان کا کلام دیکھ رہا ہوں۔ برعظیم کے کئی موقر جرائد

ومجلات میں نظیر لدھیانوی صاحب کی غزلیں نظر نواز ہوتی رہیں۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے کوئی ساٹھ برس تو ضرور شاعری فرمائی ہوگی۔

میں حضرت لدھیانوی کو غزل ہی کے حوالے سے جانتا ہوں گو یہ نہیں جانتا کہ انھوں نے زندگی بھر میں جتنی غزلیں ارشاد فرمائیں وہ ساری جمع کیں بھی یا نہیں، اگر وہ ساری جمع ہوں تو کئی مجموعے بنیں، حضرت نظیر لدھیانوی نے جان دار غزل کہی ہے۔ وہ قادر الکلام ہیں۔ فارسی شاعری کی روایت سے بخوبی آگاہ ہیں اور شاعری کا ماضی و حال بھی ان کے سامنے ہے۔ لہٰذا ادب کے بحرِ ذخار میں غوطہ زن ہو کر آب دار موتی نکالے ہیں، فکری اور خصوصاً فنی اعتبار سے ان کی غزل کو وہ غزل قرار دیا جا سکتا ہے جسے پنجابی میں ''ٹھوکویں'' کہتے ہیں۔

نعت گوئی کارِ دشوار ہے، جو سہولت اور بے تکلفی غزل اور بعض دیگر اصناف سخن میں میسر ہوتی ہے، وہ نعت میں دسترس سے دور ہو جاتی ہے۔ الفاظ کا ذخیرہ تو وہی ہوتا ہے مگر نعت گوئی کے لئے مناسب اور موزوں الفاظ ملنا مشکل ہو جاتے ہیں، نتیجہ یہ کہ حدودِ نعت سے باہر جولانیٔ گفتار فصاحت طرار کے جلوے دکھانے والے گنگ ہو کر رہ جاتے ہیں، اسی الفبا (الف با) میں ڈھلے ہوئے مگر خاص معانی ادا کرنے کے پابند کلمات ڈھونڈے نہیں ملتے، یہ نعت کہنے والے کی مجبوری ہوتی ہے۔ دراصل شعورِ حضورِ قدسی مرعوب کر کے رکھ دیتا ہے۔ باادب نعت نگار جب قلم گار ہوتا ہے تو یہی محسوس کرتا ہے کہ اسے خود خدائے خلاق العالمین نے خصوصی زبان اور کلمات سے نواز دیا ہے ورنہ زبان کو یارائے گفتگو کہاں تھا، اس صورتِ حال کی ترجمانی کے لئے حضرت نظیر لدھیانوی کا شعر ذیل میں روشن مثال ہے اور یہ شعر ہر مخلص نعت گو کی بے زبانی اور لب کشائی کا راز بیان کر رہا ہے۔

میں تو چپ تھا کہ نہ آتے تھے بنانے الفاظ
نعت گوئی کے لئے بخشے خدا نے الفاظ

نعت میں ادب کا قرینہ نبھا جانا بہت بڑے امتحان سے گزرنا ہے۔ بقول عرفی ''ہشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را''..... ذرا بے احتیاطی ہو تو نعت اور روایتی غزل کے روایتی مضامین میں فرق ختم ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ نعت بے تکلفی بلکہ بعض اوقات بے ادبی کا ارتکاب دکھائی دینے لگتی ہے۔ خدا اہلِ ذوق کو عقیدت و ادب کی نفیس رموز سے آشنا کرے۔ دلوں کے حال خدا جانتا ہے کہ کس نے از روئے اخلاص نعت کہی اور کس نے فقط اکتسابِ زر کی خاطر قافیہ بندی کی مشقت اٹھائی، مگر پھر بھی اشعارِ نعت بڑی حد تک اعلان فرمائے دیتے ہیں کہ یہ کلمات گلے سے نکلے یا دل سے اور اس امر کا ثبوت نعت نگار کا مسلمان کی حیثیت سے سلوک و عمل ہے، مثلاً ایک شخص نعت تو کہتا ہے، لیکن ویسے اپنی محفلوں میں دین کا مضحکہ اُڑاتا ہے۔ اُمت مسلمہ سے ہمدردی کو قدامت پسندی قرار دیتا ہے۔ دین کے حوالے سے مسلم اقوام اور اسلامی اوطان کے ساتھ اسے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ مسلم معاشرے کی اچھی باتیں اسے نظر نہیں آتیں وہ فقط برائیوں اور کوتاہیوں ہی کو اُچھالتا ہے۔ عالمِ اسلام کی بہتری کے لیے نہ کوئی اقدام کرتا ہے اور نہ خدا کے حضور میں دعا گو ہوتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ طبعی امر ہے کہ کسی بھی ایسے آدمی کو اسلام پر فخر کا شعور میسر نہیں ہوتا، پھر اگر ایسا کوئی آدمی نعت کہتا ہے تو کس اخلاص کے ساتھ؟ کس دل سے؟ اور کس منہ سے؟ ہم حضرت نظیر لدھیانوی کی نعت کو پڑھ کر بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ ان کا نعت نگاری سے شغف قلبی واردات کا آئینہ دار ہے۔

اب جناب نظیر لدھیانوی کی نعت نگاری کے بارے میں جناب عارف عبدالمتین'' کا خوبصورت تبصرہ دیکھیے۔

حضرت اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی کی نعت کلاسیکی طرزِ نگارش کی ثروت کا ایسا اعلامیہ ہے جو ہمیشہ سے دلوں کی تسخیر کا ضامن رہا ہے، اُن کی بدحت حرف و صوت پر اُن کی حاکمیت کا ایسا ادعا ہے، جسے کسی چیلنج کا کوئی دھڑکا

نہیں، اُن کی توصیف حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی جمالیاتی ترسیل ہے جس پر جمال خود فریفتہ دکھائی دیتا ہے اور اُن کی ثناء سیرت کے بے مثال و لاتعداد اور محاسن کا ایک ایسا بین السطوری ابلاغ ہے، جو سمندر کی زیریں لہروں کی طرف غیر مرئی ہوتے ہوئے بھی مشاہدے کو آسودگی بخشتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

حضرت نظیر لدھیانوی کی نعت اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش نہ صرف صحتِ عقائد کی حامل نظر آتی ہے بلکہ ضعفِ فکر و نظر کے خلاف جہاد میں منہمک ہونے کا احساس بھی ارزانی کرتی ہے۔

حضرت لدھیانوی کی نعت اس حوالے سے بھی لائق اعتنا ہے کہ اس میں دردِ ذات، کربِ ملت اور اندوہِ کائنات نے یوں ہم آہنگ ہوگیا ہے کہ اُن کی نگارشات پر عظمتِ فن کی چھوٹ پڑتی دکھائی دیتی ہے!

ثنائے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جناب نظیر لدھیانوی کے سامنے مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا وہ بلند ترین معیار تھا جسے آنکھ اٹھا کر دیکھنے ہی سے پگڑی گرتی ہے، پروفیسر رشید احمد صدیقی نے کیسی دل لگتی بات کہی ہے:

نعت کے حسن اور عظمت کو حالی اور اقبال نے خاص طور پر پہچانا اور اُسے اتنا مشکل اور بلند کر دیا کہ آبروئے شیوہ اہلِ نظر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی، یہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیضان ہے کہ حالی اور اقبال نے اپنے کلام سے اردو کے بیش تر اصنافِ سخن کی جن میں غزل کافی بدنام تھی اس طرح تہذیب و تطہیر کی اور نئی جہت اور جہان بخشے کہ اردو زبان اور شاعری کی وقعت مدتِ دراز کے لئے متعین ہوگئی، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئینِ ملت ہی نہیں، تعبیر انسانیت بھی ہے!..... نعتِ قدیم کو نعتِ جدید سے قریب لانے، اس کو مقصد دینے، متحرک کرنے اور رکھنے کی ابتداء حالی نے کی جسے اقبال نے اس درجہ تک پہنچایا دیا جس سے آگے پہنچانا اب کسی

دوسرے ہی اقبال کا کارنامہ ہوگا اور مستقبل بعید تک کسی دوسرے اقبال کا ظہور پانا آسان نہیں معلوم ہوتا۔

گویا نعت گوئی کے سلسلے میں اقبال کی متابعت تو ممکن ہے مگر مسابقت کسی نوع بھی ممکن نہیں۔ زبان و بیان کے ضمن میں مولانا ظفر علی خاں، نظیر لدھیانوی کے سامنے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو صحتِ لفظی اور شکوہِ لفظی کی خوب صورت صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان کی تراکیب پُرشکوہ برجستگی کی آئینہ دار ہوتی تھیں۔ ان کے قلم سے نکلنے والا ہر جملہ اور ہر مصرع خود بولتا اور دُور سے پہچانا جاتا تھا کہ تحریر لکھنے والوں کی علمی رفعتوں کا نشان ہوا کرتی ہے، ایسے ہی لکھنے والوں کو "صاحب طرز" کہا جاتا ہے۔

نظیر لدھیانوی کو مبدءِ فیض سے فکر و نظر اور اظہار و ادا کی جو خوبیاں عطا ہوئی ہیں، حالیؔ، اقبالؔ اور ظفر علی خاں نے انھیں جلا بخشی۔ نظیر لدھیانوی خوب سمجھتے تھے کہ توصیفِ رسالت مآب ﷺ کے لئے قلم قلم، حرف حرف اور لفظ لفظ آ گہی افروز احتیاط کی ضرورت ہے اور یہاں سو بار سوچ کر، ایک بار قلم اُٹھتا ہے اور پھر بھی توصیف کا حق ادا نہیں ہوتا:

مدحِ احمد چھوڑ دی میں نے بھی یزداں پر نظیر
ہے وہی ذاتِ مقدس مرتبہ دانِ رسول

نظیر لدھیانوی کی زندگی سنتِ رسول پاک ﷺ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، ان کی فکر بھی راست رہی اور عمل بھی شفاف۔ ایسے بے غبار کردار کا حامل انسان، جب انسانِ کامل کی مدحت کے لئے قلم اُٹھائے گا تو اس کے بہکنے اور بھٹکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُن کی نعتوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ساز شخصیت کی عظمتوں کا بیان بھی ہے کہ آپ کی رفتار، حسن کی پہچان، گفتار، صدق کا نشان اور کردار اللہ کی برہان تھا۔ اُن تاریخی صداقتوں کا بھی تذکرہ ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پا سے جلا پائی۔ فاران کی فضائیں ہوں یا صفا کی بلندیاں، طائف کی وادیاں ہوں یا مکہ کی گزرگاہیں، حرا کی خاموشیاں ہوں یا ثور کی تاریکیاں، بدر کی ملائک نوازیاں ہوں یا اُحد کی عبرت سامانیاں، نطق بلال رضی اللہ عنہ سے اُبھرنے والی اذانیں ہوں یا حنانہ استوانہ سے نکلنے والی نوائیں، ایک دل آویز انداز کے ساتھ اُن کی نعت کا حُسن بنتی چلی جارہی ہیں۔ وہ ذات کے

ساتھ کائنات لے کر چلتے ہیں۔ ذات کا درد اور کائنات کا کرب، وہ اُسی بارگاہِ ناز میں بصد نیاز پیش کرتے ہیں۔ جہاں ہر درد کی دوا بھی ہے اور ہر کرب کی شفاء بھی۔ نظیر نے نعت کے ذریعے مسلمانوں کی زبوں حالی کو سہارا بھی دیا اور انھیں ایک روشن مستقبل کی راہ بھی دکھائی، انھوں نے اپنے دور کی سیاسی اور سماجی تلخیوں کو نعتیہ آہنگ دے کر آلامِ روزگار کو آسان بنا دیا، یوں غمِ دوراں اور غمِ جاناں کا ایک حسین امتزاج اُن کی نعت گوئی کی ایک خصوصیت بن گیا۔ چند شعر دیکھئے:

ہر قوم سجدہ ریز ہے دشتِ حجاز میں — کوئی طرابلس کی، کوئی کاشغر کی ہے

☆

شہرِ طیبہ کی مجھے آب و ہوا درکار ہے — یعنی میں بیمارِ عصیاں ہوں، دوا درکار ہے

☆

اللہ کی جناب میں ہے التجاء حضور — ہو ختم دورِ کلفت و آلام کا حضور

☆

ہاتھ میں ہے جو غلامانِ نبی کا دامن — مجھ کو پایاب ہے ہر کرب و بلا کا دریا

☆

تو بحرِ علوم اور لقب ہے ترا اُمی — سایہ نہیں، سائے میں ترے ہر دوسرا ہے

☆

گو شانِ کریمی ہے اُسی کے لئے زیبا — تجھ کو بھی مگر حصہ کریمی سے ملا ہے
لاریب رؤف اور رحیم آپ بھی ہے وہ — تجھ کو بھی رؤف اور رحیم اس نے کہا ہے

☆

اک گوشۂ دامن ترا کونین پہ حاوی — اک نقشِ قدم تیرا ہے معمارِ دوعالم

☆

ڈال کر دینِ مبیں کی ایک سیدھی راہ پر — تو نے دی انساں کو ہر آشوبِ دنیا سے نجات

زبان و بیان کے لحاظ سے اُن کے نعتیہ اشعار قابلِ قدر اور فنی اعتبار سے قابلِ تحسین ہیں۔ اُن کے ہاں بہت سے اشعار ایسے ہیں جو سہلِ ممتنع کی مثال ہیں۔ سہلِ ممتنع ایک ایسی صنعت

ہے جس میں شعر لفظی اعتبار سے انتہائی سادہ سا لگتا ہے اور اس شعر کی نثر بنانے میں نہ کوئی تکلیف ہوتی ہے نہ تکلف۔ مگر وہ مفہوم کے اعتبار سے اس قدر عمیق اور تاثر کے لحاظ سے اس قدر دل آویز ہوتا ہے کہ اگر کوئی ویسا کہنا چاہے تو بہر نوع عاجز دکھائی دے۔ چند شعر بطور مثال دیکھیے:

ایک اُمی لقب کی صحبت میں سُنیے عقلِ سلیم کی باتیں
ہو کے آئی ہے شہرِ طیبہ سے سُنیے موجِ نسیم کی باتیں

☆

ہجر کے صدمے سے چوبِ خشک نالاں ہوگئی کتنی درد انگیز ہے فرقت رسول اللہ کی

☆

درکار گنہ گاروں کو ہے تیری شفاعت طالب ترے الطاف کا ہر شاہ و گدا ہے
ہے سر پہ ترے تاج رفعنا لک ذکرک کب اور کسی شخص کو یہ رُتبہ ملا ہے

☆

جاں میری غم نے لے کے، مجھے زندہ کردیا عشقِ رسول نے مجھے پائندہ کردیا
تاریک و تار تھا یہ جہانِ نظر فریب تو نے نگاہ ڈال کے تابندہ کردیا

☆

رہے دن رات ذکرِ مصطفیٰ بس ہمارے درد کی ہے یہ دوا بس
نہیں رکھتے ہوس ہم کیمیا کی ہمیں حاصل ہو تیری خاکِ پا بس

☆

ہم آئے شہرِ طیبہ دیکھنے کو ملا عرشِ معلیٰ دیکھنے کو
نظیر اک بار دیکھا جس نے روضہ تڑپتا ہے دوبارہ دیکھنے کو

☆

گونجتی ہے ابھی فضاؤں میں چودہ سو سال سے تری تکبیر

☆

میرے لب پر صدا ہے سدا مصطفیٰ　　ابتداء مصطفیٰ، انتہا مصطفیٰ

جاں بلب تھا مگر میرے لب پر رہا　　مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ،

مرشدِ عارفاں، مقصدِ کاملاں　　پیشوا مصطفیٰ، رہ نما مصطفیٰ

☆

مدینے کی گلیاں، رگِ جاں ہوں جیسے　　خیابان خیابان، گلستاں ہوں جیسے

جبینِ زمیں پر چمکتے ہیں ذرّے　　فلک پر ستارے درخشاں ہوں جیسے

☆

وسیلہ مسلمان کا ان کی رحمت　　لب ان کے شفاعت کا عنواں ہوں جیسے

☆

وہ رحمت ہیں، احساں ہیں الحمدللہ　　محبت کا عنواں ہیں الحمدللہ

مدینے کی راہیں، مدینے کی گلیاں　　گلستاں گلستاں ہیں الحمدللہ

نظیر لدھیانوی کی نعت میں "تغزل" بدرجۂ اتم موجود ہے، تغزل، غزل کو نہیں کہتے بلکہ تغزل اظہار کی اُس ایمائی کیفیت کا نام ہے جس کا حسن، ذوقِ سلیم کو مدتوں مسحورِ لذت رکھتا ہے۔ تغزل ہی شعر میں دل آویزی کی خوبی ابھارتا اور اُس میں تیر نیم کش کی کسک اور خلش پیدا کرتا ہے، نظم ہو یا نثر، تغزل ہی اُسے رعنائی عطا کیا کرتا ہے۔ نظیر کی نعتوں میں متغزلانہ سحر کی ایک جھلک دیکھئے:

دیکھے کس برتے پہ تیری تابشِ رخسار، دھوپ
گھر سے تو نکلا، ہوئی پنہاں پسِ دیوار، دھوپ

☆

نعت میں گنبدِ خضریٰ کا جو باندھا مضموں
ہوگئے حسنِ تجلّی سے ضیا بار، الفاظ
رنگ و بو نے تری توصیف رقم کرتے ہیں گل
اُن کو خامے کی ضرورت ہے، نہ درکار، الفاظ
پایا دامن کی ہوا سے خار و خس نے حسنِ گل

سنگ ریزوں کو ملی تابِ لعالی ہاتھ میں
کیمیا کی جستجو سے ہوگیا میں دست کش
شوق میں جب ان کی خاکِ پا اٹھالی ہاتھ میں

☆

عشق بھی محوِ لقا، حسن بھی مصروفِ ادا شوقِ اظہارِ کمالات ہے، معراج کی رات

☆

نبی کے در کا جو جاروب کش ہے اُسے کیا احتیاجِ منصب و جاہ

☆

آب و ہوا نشاط زا، شربتِ دید جاں فزا جس کو شفا کی ہو طلب، تیری گلی سے جائے کیوں
عجز و نیاز نے مجھے تیری گلی میں دی جگہ نقش ہوں پائے ناز کا، کوئی مجھے مٹائے کیوں

☆

ضرورت کیا ہے ان کو سایۂ اشجارِ جنت کی کہ جو کوئے محمد میں پسِ دیوار بیٹھے ہیں

☆

مری آنکھ آئینہ دار، مرا دل حریم نگار ہو یہی ذرہ باغ و بہار ہو، یہی قطرہ غیرتِ یم کروں

☆

انسان ہے تو بھی، مگر انسان مکمل تکمیلِ کمالات ہے محبوبِ خدا ہے

☆

تیری ممنونِ کرم وسعتِ صد چین و عرب فاتحِ روم و عجم تیرا تبسم تیرے لب
بڑی مدت سے مسلط ہے معاصی کی گھٹا دیکھئے اس شبِ تیرہ کی سحر ہوتی ہے کب

☆

کسی عاشق کی یہ رندانہ جرأت کہا حق سے، ہمیں ہے مصطفیٰ بس

☆

یہ ہم سمجھے، ہلالِ عید نکلا ترا ابروئے زیبا دیکھنے کو

☆

حور و غلماں زمزمہ ساز گلستانِ رسول
عرش و کرسی زینت آرائے دبستانِ رسول

سنبلستانِ تجمل، زلفِ پیچانِ رسول
شمعِ خلوت گاہِ عرفاں روئے تابانِ رسول

ذرہ ذرہ پُرضیا ہے نور کے طوفان سے
ضوفشاں ہے ہر طرف مہرِ درخشانِ رسول

☆

رہیں روشن نہ کیوں کر صبح تک آنکھیں ستاروں کی
ہے شب کو مشغلہ ان کا، نظارہ سبز گنبد کا
ہیں لطف اندوز یکساں یار اور اغیار رحمت سے
نہیں کچھ دخل اس بحرِ رواں میں جزر اور مد کا
کرایا نصب تجھ سے قوم نے دیوارِ کعبہ میں
دوبالا ہوگیا اُس دن سے رُتبہ سنگِ اسود کا

☆

مہرباں، جاوداں، کارواں، کامراں
حق رساں، حق نشاں، مجتبیٰ مصطفیٰ

☆

خزاں نا آشنا روزِ ازل سے برگ برگ اس کا
بہارِ جاوداں وقفِ گلستانِ محمد ہے

☆

ختم ہوسکتی نہیں شمس و قمر کی روشنی
یہ کسی کے حسن روز افزوں سے پاتے ہیں زکوٰۃ

☆

یادِ نبی نہیں ہے تو کس کام کا ہے دل
پڑھتے نہیں درود کو نطق و دہن عبث

ہر کنکری ہے فیضِ قدم سے ترے گہر
آیا نکل کے بحر سے درِّ عدن عبث

ناداں ترے پسینے کی بو سے ہے بے خبر
مست اپنی ناف پر ہے غزالِ ختن، عبث

☆

علم کی دنیا ہوئی روشن چراغِ عشق سے
سوزِ دل سے ہوگئے رمز آشنا عقل و خرد

دوست اور دشمن سے یکساں ہے محبت کا سلوک
شہرِ امکاں میں کہاں ہے آپ کی رحمت کی حد

آپ کی چشمِ کرم سے ہم بھی رکھتے ہیں اُمید — المدد اے دست گیرِ خستہ حالاں، المدد

نعت کے دامن کی وسعت اس قدر ہے اے نظیرؔ — اس کا اک گوشہ ازل ہے دوسرا گوشہ ابد

نظیر لدھیانوی کے نعتیہ دیوان میں ایک نعت دس اشعار پر مشتمل ہے۔ پوری نعت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک سے مرتب و مربوط ہے۔ پہلے تین شعر یوں ہیں:

احمد و حامد و محمود و محمد، رحمت — مجتبیٰ، مقصد و ہادی و نور و حجت

مصطفیٰ، ہاشمی، مکی، مدنی العربی — ابطحی اور تہامی و حجازی اُمی

قاسم و عاقب و مختار و سراج اور حکیم — وہ قریشی و ترازی و مضری و یتیم

تیسرے شعر میں انھوں نے لفظ ''ترازی'' استعمال کیا ہے، اصل لفظ ''نزاری'' ہے۔ مضر بن نزار کی اولاد میں سے۔ کسی کاتب نے، نہیں معلوم کب، نقطوں کو ادل بدل دیا اور نزاری کو ترازی بنا دیا اور یہی لفظ اب معروف ہے۔ احتیاط ضروری ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام ہے۔ اس لفظی لغزش سے، نظیر کے تبحرِ علمی پر کوئی حرف نہیں آتا، وہ صحتِ لفظی کے نقطۂ نظر سے بہرکیف ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پروفیسر جعفر بلوچ مرحوم اُن کے بارے میں، اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> نظیر لدھیانوی نرے ستائش گر ہی نہ تھے بلکہ مولانا ماہر القادری کی طرح حسنِ زبان و بیان کے محافظ تھے وہ اصول زبان و بیان کو پامال ہوتا نہ دیکھ سکتے تھے بلکہ انھیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا جائے وہ اہلِ قلم کی فکری اور فنی نارسائیوں کی نشان دہی اور اصلاح کرتے اور تخریب زبان و بیان کو برداشت نہ کرتے تھے۔ اس معاملے میں وہ دوستوں اور عزیزوں کی ناراضی کی پرواہ بھی نہیں کرتے تھے۔ ہاں اس سلسلے میں اگر خود ان سے کوئی تسامح ہو جاتا اور کوئی اس کی نشان دہی کرتا تو اپنی غلطی پر اصرار نہیں کرتے تھے اور فوراً رجوع کر لیتے تھے۔

مولا کریم جزائے خیر عطا فرمائے جناب خالد شفیق کو کہ انھوں نے نظیر کا نعتیہ دیوان، ''آفتاب حرا'' کے نام سے شائع کیا، جو ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف وہی نعتیں ہیں جو غزل کی ہیئت میں ہیں۔ جب کہ خالد شفیق ہی کی ادارت میں چھپنے والے رسالے ''شام و سحر'' کے

نعت نمبروں میں اور عام شماروں میں نظیر لدھیانوی کے طویل نعتیہ قصائد بھی ہیں اور نعتیہ ارتقا کے بارے میں تحقیقی مضامین بھی۔ جو اُن کی قادر الکلامی، وسعتِ مطالعہ اور قلبی محبتوں کے مظہر ہیں۔
راقم الحروف کی دلی آرزو ہے کہ ثنائے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گلہائے عقیدت کے طفیل اللہ تعالیٰ اُن کی لحد کو عنبریں رکھے اور انھیں اُخروی سرخروئی سے سرفراز فرمائے:

آنسو خوشی کے دیدۂ تر سے ٹپک پڑیں
خاموشیٔ نگہ میں ہو لطفِ نوا، حضور
آ جائے ایک حرفِ شفاعت زباں پر
سب مشکلیں نظیر کی حل جائیں یا حضور

آخر میں حضرت نظیر لدھیانوی کا سوانحی خاکہ اور ادبی خدمات، ایک نظر میں:

نام : اصغر حسین خاں
تخلص : نظیر
ولدیت : خان محمد نجیب خاں نشاط لدھیانوی
قومیت : پٹھان یوسف زئی
پیدائش : ۹ر فروری ۱۹۰۲ء
تعلیم : میٹرک (گورنمنٹ ہائی اسکول لدھیانہ)
وطن : شہر لدھیانہ
آباؤ اجداد کا وطن : جلال آباد (افغانستان)

تصانیف:

انتخابِ کلیاتِ میرؔ (حصہ اوّل و دوم) ۱۹۲۵ء، انتخابِ کلیاتِ سوداؔ (حصہ اوّل و دوم) ۱۹۲۵ء
انتخابِ کلیاتِ دبیر ۱۹۲۵ء
صبحِ نشاط (اپنا مجموعۂ کلام) ۱۹۴۰ء
تذکرۂ شعرائے اردو (عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور)

تاریخ ادب اردو (عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور)

شرح دیوانِ حالی (عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور)

منظوم دعائیں (مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور)

شرح جاوید نامہ منظوم (مکتبہ کاروان کچہری روڈ، لاہور)

لسان العصر اکبر الٰہ آبادی (مکتبہ کاروان کچہری روڈ، لاہور)

بہارستان، کلام مولانا ظفر علی خاں (مکتبہ کارواں کچہری روڈ، لاہور)

نگارستان، کلام مولانا ظفر علی خان (مکتبہ کاروان کچہری روڈ، لاہور)

چمنستان، کلام مولانا ظفر علی خان (مکتبہ کاروان کچہری روڈ، لاہور)

ارمغانِ قادیان، کلام مولانا ظفر علی خان (مکتبہ کاروان کچہری روڈ، لاہور)

فغان دہلی (مصنفہ کوکب دہلوی) (پنجاب اکادمی، لاہور)

داستانِ غدر (سید ظہر الدین ظہیر) (پنجاب اکادمی، لاہور)

صبحِ بہار (اپنی غزلیات کا مجموعہ) (مکتبہ کاروان، لاہور)

فن تنقید اور شعراء پر تنقید (مکتبہ کاروان، لاہور)

شرح مثنوی اسرار و رموز، مثنوی پس چہ باید کرد و مثنوی مسافر (مکتبہ کاروان، لاہور)

انتخاب کلیاتِ مصحفی (مکتبہ کاروان، لاہور)

شعرِ حسن (تبصرہ بر کلام حسن بریلوی)

آفتاب چرا (نعتیہ مجموعہ) (مکتبہ مجلس اردو، لاہور)

کلام رضا (تبصرہ بر کلام حضرت رضا خان بریلوی) اور بہت سی درسی کتابوں کے خلاصے اور ترجمے لکھے نیز غیر مطبوعہ مسودات۔

ادارے جن میں کم و بیش ۶۰/ برس کام کیا:

اردو مرکز، لاہور (۱۹۲۵ء) روزنامہ "زمیندار"، روزنامہ "شہباز" (لاہور)، روزنامہ "احسان"، روزنامہ "نوائے وقت"، روزنامہ "زمزم"، روزنامہ "شہباز" (پشاور)، روزنامہ "غالب" (لاہور)، روزنامہ "سفینہ"، روزنامہ "امروز" (جولائی ۱۹۵۱ء سے جولائی ۱۹۷۲ء تک) ماہ نامہ "جام

جہانِ نما" (لائل پور)، ماہ نامہ "پاسباں" (گورداس پوری)، ماہ نامہ "صبحِ اُمید" (لدھیانہ)، ماہ نامہ "شاہکار" (لاہور، ماہ نامہ "عالمگیر" (لاہور) ہفت روزہ "خیام" (لاہور) ہفت روزہ "سدا بہار" (لاہور) ہفت روزہ "پکچر" (لاہور)، ماہ نامہ "کاشتکارِ جدید"، روز نامہ "اِمروز" (ملتان) ۳۱ رجولائی ۱۹۷۳ء کو روز نامہ "اِمروز" لاہور سے ریٹائر ہوئے۔

جن شہروں میں قیام کیا:

لدھیانہ، لاہور، شیخوپورہ (۲ سال)، گورداس پور (۵ سال)، امرتسر (۶ ماہ)، فیروز پور (۵ سال)، ملتان (ایک ماہ)، پشاور (ایک سال)، عمر کا بیشتر حصہ لاہور میں گزارا۔

☆

(بصد شکریہ "نعت رنگ" شمارہ ۲۱)

توجہ فرمائیں!

قارئین اگر آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود شریف بھیجتے ہیں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عالم خواب یا بیداری کی حالت میں اس درود شریف کو پسند فرمانے کی خوشخبری دی ہو تو اُس درود شریف کی تفصیلات ہمیں بھیج دیں۔ ہم ایسے تمام درود شریف اپنی کتاب میں شائع کر کے فی سبیل اللہ تقسیم کر دیں۔ جزاکم اللہ خیرا

محمد یامین

مکان نمبر R-3051، بلاک۔II، میٹروول۔III، گلزارِ ہجری، کراچی۔ 55

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (سورہ فتح)

فائزہ خورشید

معلّمہ بی ایڈ، اڈس ہائر ایجوکیشن، کراچی

جانِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں۔

یہ بابرکت کلمات کلمۂ توحید کا دوسرا جزو اور اس کا تتمہ ہیں۔ کلمۂ طیبہ توحید و رسالت کی شہادت سے عبارت ہے۔ جب تک کوئی شخص "لا الٰہ الا اللہ" پر ایمان کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کا اقرار نہ کرلے مومن نہیں بن سکتا۔ باری تعالیٰ نے اپنی توحید کے ساتھ اپنے رسول کی رسالت پر ایمان لازمی قرار دیا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں "محمد رسول اللہ" کی ترکیب میں دو مشہور قول یہ ہیں:

ا۔ محمد مبتداء اور رسول اللہ اس کی خبر۔ (لفظ رسول مضاف (اضافت کیا گیا) اور لفظ اللہ مضاف الیہ (جس کی طرف اضافت/نسبت کی جائے) مضاف اور مضاف الیہ مل کر خبر۔

۲۔ ھو مبتداء محذوف محمد موصوف رسول اللہ صفت یا عطفِ بیان دونوں مل کر خبر۔

یہ جملہ اسمیہ ہے۔ جو دوام پر دلالت کرتا ہے اور ہم ترجمہ یوں کرتے ہیں:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فِدَاہُ اَبِیْ وَ اُمِّیْ) حمد سے ماخوذ ہے۔ حمد تعریف و ثناء کو کہتے ہیں۔ کلامِ الٰہی، قرآنِ کریم میں یہ مبارک کلمہ ۴ مقامات پر ہے۔

ا۔ سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ میں "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ"۔

۲۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ میں۔ "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ"۔

۳۔ سورۃ محمد کی آیت نمبر ۲ میں "وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ"۔

۴۔ سورۃ فتح کی آیت نمبر ۲۹ میں۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ"۔

اس خوبصورت، جامع، منفرد، ممتاز، بابرکت اور باسعادت لفظ کی تعریف کرتے ہوئے اہلِ لغت فرماتے ہیں:

كُلُّ جَامِعٍ بِصِفَاتِ الْخَيْرِ يُسَمّٰى مُحَمَّدٌ۔

جو ہستی تمام صفاتِ خیر کی جامع ہو اسے محمد کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

علامہ سہیلی اس مبارک نام کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَالْحَمْدُ فِي اللُّغَةِ هُوَ الَّذِي يُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ۔

یعنی لغت میں محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔

سچ اور حق یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس قدر تعریف کی گئی، کی جارہی ہے اور کی جائے گی یہ آپ ہی کا امتیاز ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی، اسم گرامی زمین پر محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ یہ دونوں حمد سے مشتق ہیں۔ آپ کو حمد سے خاص نسبت ہے۔ آپ کو قرآنِ کریم کی صورت میں جو دائمی معجزہ عطا کیا گیا اس کا آغاز ''الحمد'' سے ہوتا ہے، آپ کے مقام شفاعت کا نام ''مقام محمود'' اُمت کا نام ''حمادون'' اور جھنڈے کا نام ''لواء الحمد'' ہے۔

رسول، پیغمبر، بھیجا ہوا، برگزیدہ اور قاصد کا معنی دیتا ہے۔ یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

پاک پروردگار کی ذاتِ اقدس جس طرح بے عیب ہے، اُس نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بے عیب پیدا کیا ہے۔ رب کریم بھی بے مثل اور بے نظیر ہے اور رسول اکرم بھی بے مثال اور بے نظیر ہیں۔

''محمد رسول اللہ'' تین لفظوں سے مرکب ہے۔ اصل کلمات ''اللہ اور محمد'' ہیں (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس پاک نام کو اللہ تعالیٰ کے نام مبارک لفظ اللہ سے بہت مناسبت ہے۔

- اللہ میں چار حرف، چاروں حرف نقطوں سے خالی، ان میں ایک شد دو حرکتیں، ایک سکون ہے۔ اسی طرح لفظ محمد میں چار حرف، چاروں حرف نقطوں سے خالی، ایک شد، دو حرکتیں، ایک سکون، ہاں اللہ کے شد پر کھڑا الف بھی ہے، مگر محمد کی شد پر الف نہیں کہ بادشاہ رب تعالیٰ ہے اور مملکت الٰہیہ کے مختار وزیر اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
- اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہو جاتے ہیں، محمد کہتے ہی دونوں لب مل جاتے ہیں کہ وہ

مخلوق کو خالق سے ملانے ہی تو آئے ہیں، اگر ان کا واسطہ نہ ہو تو مخلوق خالق سے بہت ہی دور رہے۔

- لفظ اللہ اپنے دلالت میں حرفوں کا محتاج نہیں۔ اگر اوّل کا الف نہ رہے تو للہ بن جاتا ہے۔ اگر اوّل کا لام بھی نہ رہے تو لہ ہے۔ اگر درمیان کا الف بھی نہ ہو تو ہ ہے۔ یوں ہی لفظ محمد دلالت میں حرفوں کا حاجتمند نہیں۔ اگر اول کی م الگ ہو جائے تو حمد رہتا ہے اگر ح بھی اُڑ جائے تو مد ہے۔ یعنی کھینچنا، مخلوق کو کھینچ کر خالق تک پہنچانا۔ اگر بیچ کی میم بھی نہ رہے تو دال باقی رہے بمعنی رہبر۔
- محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور ۹۲ میں اکائی ۲ کی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دوسرے درجے والے، اور دہائی ۹ کی، ۹ میں یہ خصوصیت ہے کہ سارے پہاڑے میں کہیں فنا نہیں ہوتا چنانچہ ۱+۸ اور ۳+۶ اور ۴+۵ نو ہی بنتے ہیں، اسی طرح ۹ کا پہاڑہ گنو تو ہر درجہ میں ۹ ہی حاصل ہوں گے۔ ۹ دونا ۱۸، ۹ بن گئے۔ یوں ہی ۹x۳=۲۷، ۹x۴=۳۶۔ سب مکتوبی اعداد میں ۹ ہی ہے۔ جب اُن کے نام کے عدد کو ایسی بقا ملی ہے تو ان کے خدام کو بھی بقا مل گئی۔

یہ عنوان ایسا ہے کہ صدیوں سے لوگ اس پر لکھ رہے ہیں، بول رہے ہیں مگر کسی کا دعویٰ نہیں کہ اُس نے حق ادا کر دیا۔ مکمل عنوان کا احاطہ تو درکنار صرف لفظ "محمد" کی تعریف و توصیف بھی ممکن نہیں۔ قیامت تک لوگ ان کی ثناء خوانی کریں گے اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوگا۔ میں اس شعر پر اپنی گفتگو کا اختتام کرنے کی سعی کروں۔

اجمال سے کہوں تو فقط ایک لفظ ہے
تفصیل سے کہوں تو کہے جاؤں تا بہ حشر

سنی جماعت القراء پاکستان کا ایک اور شاندار اقدام!

القمر قرأت اکیڈمی کا قیام

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر فروغ علم تجوید وقرأت کے لئے کوشاں

''سنی جماعت القراء پاکستان'' کے مرکزی عہدیداران کی مشاورت اور معاونت سے بحمدہٖ تعالیٰ

''القمر قرأت اکیڈمی''

کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ عالم اسلام کی مایۂ ناز اور قابلِ فخر مذہبی، روحانی، علمی اور سیاسی شخصیت، خواجۂ خواجگان خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ (آستانہ عالیہ سیال شریف سرگودھا) کے نامِ نامی سے منسوب ''القمر قرأت اکیڈمی'' کا باقاعدہ افتتاح ہو چکا ہے۔ ایک شاندار محفل حسن قرأت اس موقع پر منعقد ہوئی۔ عالمی شہرت کے حامل ممتاز قاری جناب کرامت علی نعیمی (فیصل آباد) نے تلاوت فرمائی۔ خانیوال کے مقتدر خطیب اور ثقہ عالم مولانا شوکت علی سیالوی نے خطاب فرمایا۔ اور قاری غلام علی گولڑوی نے نعت شریف پیش کی۔ جامعۃ القمر بلدیہ ٹاؤن کے بانی و پرنسپل علامہ سید محمد علم الدین شاہ صاحب الازہری نے خصوصی دعا فرمائی۔

سنی جماعت القراء پاکستان کے ناظم اعلیٰ قاری مختار الحسن الحسنی کی زیر نگرانی اس اکیڈمی میں اُن کے علاوہ قاری محمد انیس سیالوی تدریس کے فرائض انجام دیں گے۔ سنی جماعت القراء پاکستان کے چیئرمین قاری محمد عنایت اللہ سیالوی کی کاوشوں اور کوششوں سے قائم ہونے والی اس اکیڈمی میں طلباء کے لئے ہر طرح کی سہولت کا اہتمام ہے۔

خواہشمند اور شائقین فوری رابطہ فرمائیں۔

قاری مختار الحسن الحسنی، القمر قرأت اکیڈمی، قادری مسجد، پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی

مولانا اصغر کمالوی، 0333-3414732 - 0301-2817635

ملفوظاتِ اقبال

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

پروفیسر محمد سلیم چشتی فرماتے ہیں:

''علامہ اقبال سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۸ء تک جاری رہا اور رسم وراہ کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد میں نے اِن کے کلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس مطالعے کی بدولت مجھے ان کی شخصیت سے بڑا لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے ان سے استفادہ کیا۔ چونکہ وہ یہ بات پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے ارشادات اُن کے سامنے بیٹھ کر قلمبند کروں، اس لئے گھر آ کر جو کچھ ذہن میں محفوظ رہتا تھا اُسے ایک نوٹ بک میں لکھ لیا کرتا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں دریائے راوی کے سیلاب کا پانی میرے گھر میں بلائے بے درماں کی طرح داخل ہوا اور صدہا کتابوں کے ساتھ وہ نوٹ بک بھی برباد ہو گئی۔ یہ ملفوظات جو میں ذیل میں درج کر رہا ہوں ان متفرق کاغذات اور پاکٹ بکس میں مندرج تھے جو ایک ٹرنک میں محفوظ تھیں۔''

یہاں پر ہم اُن ملفوظات میں سے صرف ایک ملاقات جو علامہ سے چشتی صاحب مرحوم کی یکم مارچ ۱۹۳۳ء کو چھ بجے شام میکلوڈ روڈ لاہور میں ہوئی تھی اور اس کو ہم نے منتخب مضامین ''اقبالیات کے سو سال'' جو کہ اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد نے شائع کی ہے، سے انتخاب کیا ہے پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

یکم مئی ۱۹۳۳ء میکلوڈ روڈ:

علامہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں اپنے ساتھ مسلم ریوائیول کا دسمبر نمبر لے گیا تھا۔ اس میں علامہ کا وہ لیکچر شائع ہوا تھا جو انہوں نے مجلس ارسطو لندن میں دیا تھا۔ میں نے عرض کی کہ اس کا اردو ترجمہ کرنے کی اجازت دے دیجئے۔ تو فرمایا کہ میں نے پروفیسر سید نذیر نیازی (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) سے ترجمہ کے لئے کہہ دیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب میکش (مرتضیٰ احمد مرحوم)

ملنے آ گئے۔ انہوں نے ایسٹرن ٹائمز (اس زمانے میں لاہور سے شائع ہوتا تھا) کے ایک مضمون کو علامہ کے سامنے پیش کیا۔ پڑھ کر فرمایا بڑا افسوس ہے کہ روسی مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہوتا جا رہا ہے اس کے لئے تو مسلمانانِ عالم کو کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

اس مضمون کو پڑھ کر کمیونزم اور بالشوزم پر تبصرہ فرمایا اور اس ضمن میں جاوید نامے سے چند اشعار جو ان تحریکوں سے متعلق ہیں، پڑھ کر سنائے:

اس کے بعد مسٹر نور احمد چیف رپورٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ملنے آ گئے ان سے تھوڑی دیر تک بعض سیاسی مسائل پر گفتگو ہوئی۔ وہ چلے گئے تو علامہ نے میکش صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا: "چند روز ہوئے سردار عبدالرسول خان اور ان کے ایک دوست میرے پاس آئے تھے، کہتے تھے کہ "ہم دونوں ابھی فریضہ حج سے فارغ ہو کر آئے ہیں۔ سلطان ابن سعود نے بہت برا کیا کہ زائرین کو روضہ اقدس کی جالیوں کو بوسہ دینے سے روک دیا۔ مجھے سلطان نے عصرانے پر مدعو کیا تھا لیکن میں نے ان کی دعوت اس لئے رد کر دی کہ انہوں نے ہمارے جذبات کا احترام نہیں کیا۔" یہ سن کر میکش کہنے لگے کہ میری رائے میں سلطان نے بہت اچھا کیا۔ کیونکہ جالیوں کو بوسہ دینا ایک مشرکانہ فعل ہے۔ اس پر علامہ نے فرمایا کہ میں اس بات میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ اگر کوئی شخص فرطِ محبت سے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لے اور اس کی پیشانی چوم لے تو یہ شرک کیسے ہو گیا؟ یہ تو اظہارِ محبت ہے۔ اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی جالیوں کو چومنا، مشرکانہ فعل نہیں ہے بلکہ حضور انور سے محبت کا اظہار ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص آنحضرت میں خدائی صفات تسلیم کرتا ہے یا آپ کو الوہیت میں شریک کرتا ہے تو وہ بلاشبہ مشرک ہے۔ مجھے بخوبی معلوم ہے کہ جو مسلمان جالیوں کو چومتے ہیں وہ فرط محبت وعقیدت سے ایسا کرتے ہیں اور یہ فعل مشرکانہ نہیں ہے۔

اس پر میکش کہنے لگے کہ محبت یہ نہیں ہے کہ جالیوں کو بوسہ دیا جائے، محبت یہ ہے کہ محبوب کے Cause (مقصد حیات) کی حمایت کی جائے یا اس کی اتباع کی جائے۔ یہ سن کر علامہ لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آپ کو یہ غلطی، محبت کے مدارج میں امتیاز نہ کر سکنے کی وجہ سے لاحق ہوئی ہے۔ محبت کے مختلف مدارج ہیں۔ اگر ایک شخص محبت میں اس قدر بلند مرتبہ حاصل کر لے کہ محبوب کے رنگ میں رنگین ہو جائے یا اس کے لئے اپنی جان قربان کر دے تو یہ اس کی انتہائی خوش نصیبی ہے۔ مگر سب لوگ اس بلند مرتبے تک نہیں پہنچ سکتے۔ جو شخص اپنے محبوب کے لئے جان

نہیں دے سکتا ظاہر ہے کہ اس کی محبت ادنیٰ درجے کی ہے لیکن آپ اس کی محبت کی مطلق نفی نہیں کر سکتے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسے سرے سے محبت ہی نہیں۔

آپ محبت کو منطق کے پیمانے سے ناپنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ اصول ہی غلط ہے۔ محبت، منطق سے بالاتر ہے۔ یہاں Higher logic کی حکومت ہے۔ ارسطو اور مل کی منطق بیکار ہے۔ محبت کیا شے ہے؟ لفظوں کے ذریعہ سے اس کا اظہار بہت مشکل ہے اور محبت کا تجزیہ کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

"ذوق این بادہ ندانی بخدا تا نچشی"

والا معاملہ ہے اس کا تعلق دماغ سے نہیں ہے، دل سے ہے۔ اگر آپ کے وضع کردہ اصول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ جو شخص جس قدر زیادہ متبع رسول ہے اسی قدر زیادہ رسول سے محبت کرتا ہے یعنی اگر محبت کا معیار، اتباع رسول قرار دیا جائے تو آپ علم الدین شہید کے بارے میں کیا کہیں گے؟ وہ تو نماز کا بھی پابند نہ تھا اتباع رسول تو بڑی چیز ہے؟

دراصل یہ سب کچھ انسان کے مزاج Temprament پر موقوف ہے۔ بعض لوگوں کی عقل ان کی محبت کے تابع ہوتی ہے اور بعض کی محبت ان کی عقل کے تابع ہوتی ہے، اور دونوں قسم کے آدمی دنیا میں پائے جاتے ہیں مثلاً:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ علم و فضل کے اعتبار سے بہت بلند مرتبے پر فائز تھے لیکن حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ان کی عقل پر غالب تھا۔ وہ بعض باتیں ایسی کرتے تھے جن پر منطقی اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ مثلاً وہ جب کبھی اس درخت کے نیچے سے گزرتے تھے جس کے نیچے سے ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تھے، تو جھک کر گزرتے تھے حالانکہ، وہ قصیر القامۃ تھے۔ اس لئے ان کی مطلق ضرورت نہ تھی، جب لوگوں نے سبب دریافت کیا تو کہا حضور انور جھک کر گزرے تھے۔ میں جھک کر، اپنے محبوب کے فعل کی تقلید کرتا ہوں۔

دوسری مثال حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے ساری عمر خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ انہیں کوئی حدیث ایسی نہیں ملی جس سے حضور کا خربوزہ کھانا ثابت ہو جاتا۔ اسی لئے میں نے لکھا ہے:

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

ان کے برعکس، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقل ان کی محبت پر غالب تھی، اسی بناء پر انہوں نے وہ درخت کٹوا دیا جس کے تنے سے حضور انور نے پشت مبارک لگائی تھی۔ اگر ان کی محبت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کی طرح ہوتی تو ہرگز وہ درخت نہ کٹواتے۔

قصہ مختصر علی اور عمر رضی اللہ عنہم کو حضور سے محبت تھی لیکن طبائع کے اختلافات کی بناء پر ان کی محبتوں کی نوعیت اور کیفیت جداگانہ تھی۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی افتادِ طبع کی روشنی میں جو رنگ مرغوب نظر آئے، اختیار کرلے۔ اس میں کسی مباحثے کی ضرورت نہیں بلکہ گنجائش ہی نہیں ہے۔

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت Human Type عام انسانی ٹائپ کی ہے اس لئے وہ عموماً لوگوں کو اپیل کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محبت Superhuman type فوق البشر نوعیت کی ہے اس لئے کم لوگوں کو پسند آتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً لوگوں پر جذبات کا رنگ غالب ہوتا ہے، عقلی ٹائپ کے آدمی بہت کم ہوتے ہیں۔

دیکھ لو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمقابلہ دیگر پیشوایانِ مذاہب عالم، مسلمانوں کو زیادہ اپیل کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم میں سے ہیں قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تصورِ ذاتِ باری تعالیٰ کا ذکر آیا تو فرمایا قرآنِ مجید کا پیش کردہ تصور ہمیں زیادہ اپیل کرتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ گویا اس طرح بندے اور خدا (عابد اور معبود) میں ایک روحانی رابطہ قائم ہوجاتا ہے اور یہ رابطہ ہی مذہب کی جان ہے۔

معتزلہ کا پیش کردہ تصور باری، عام مسلمانوں کو اپیل نہیں کرسکتا کیونکہ ان کی رو سے خدا نہ سمیع ہے نہ علیم ہے نہ مجیب۔ بلکہ میری تو رائے یہ ہے کہ ایسے خدا کو ماننے کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

ارتحالات

(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

● قاری محمد شفیع اللہ اور غلام شہید کی والدہ ماجدہ پشاور میں وصال فرما گئیں:

دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کے سابق متعلم و معلم، حال مقیم حجازِ مقدس قاری محمد شفیع اللہ اور غلام شہید کی والدہ ماجدہ، قمر الاسلام ہی کے سابق نامور طالب علم، مولانا قاری غلام رسول کی خوش دامن صاحبہ، ماہنامہ کاروانِ قمر کے مستقل پرستار، جامع مسجد نجم النساء کے خطیب دلپذیر قاری محمد حکیم قادری کی بھابھی پشاور کے مقامی ہسپتال میں وصال فرما گئیں۔ ہمدرد، غیرت مند، صوم وصلوٰۃ کی پابند اُم قاری شفیع اللہ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا قاری محمد حکیم قادری نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ کے اجتماع میں مخلوقِ خدا اُمڈ آئی۔ تلاش، تیمرگرہ کی تاریخ کے اس بڑے جنازہ کے اجتماع سے قاری محمد حکیم قادری نے مختصر خطاب کیا۔ مرحومہ کی محبتوں اور نسبتوں کا ذکر آیا تو وہ اشکبار ہوگئے۔ ہم لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہماری دعا ہے حکیم اور رحیم خدا اپنے حبیب دلربا علیہ التحیۃ والثناء کے طفیل شفیع اللہ کی والدہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے، ان کی قبر کو منور اور روشن فرمائے۔ ان کی خطاؤں سے صرف نظر فرمائے اور ان کی حسنات کا بہترین صلہ بخشے۔ (آمین ثم آمین)

● پنیاں (ہری پور) کے عالی جاہ سلطان احمد خان کی ماں رحلت فرما گئیں:

ماہنامہ کاروانِ قمر کے مستقل قاری، علاقہ کی نامور دینی وسماجی شخصیت، مہربان اور قدردان انسان جناب سلطان احمد خان کی تہجد گزار، نیک اور صالحہ ماں، گزشتہ دنوں پنیاں میں یہ جہان چھوڑ گئیں۔ فیاضِ قدرت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے صدقہ انہیں ایک تو وصال کیلئے سید الایام جمعۃ المبارک کا روز سعید عطا کیا اور ایک ماہ ربیع الاول کی بابرکت ساعتیں بخشیں۔ سلطان احمد خان، نثار احمد خان اور اعجاز احمد خان کی والدہ ماجدہ کی نماز جنازہ پورے علاقہ کی آن، علم وفضل کا نشان، جامعہ سعیدیہ اعجاز القرآن، پنیاں کے مدیر ذی شان، علامہ مفتی محمد سیف الرحمن دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھائی۔ پنیاں کی عیدگاہ میں برستی بارش کے باوجود خلقِ خدا کا جمِ غفیر

تھا۔ خوش قسمتی سے راقم اپنے عزیز دوست حافظ افتخار احمد ہزاروی اور عظیم ساتھی حافظ محمد شیراز خان ہزاروی کے ہمراہ جنازہ کے اجتماع میں شریک تھا۔ لوگ شمار سے باہر اور کاریں، گاڑیاں قطار در قطار۔

تفصیلات کے مطابق ہمارے دوست سلطان احمد خاں کی والدۂ ماجدہ نمازِ مغرب کی تیاری فرما رہی تھیں۔ معمول کے مطابق جمعرات کی شام ایصالِ ثواب کے لئے انہوں نے مرحومین کے لئے دعا کی۔ اور چند ساعتوں میں اپنے خالق حقیقی کے بلاوہ پر یہ جہاں چھوڑ گئیں۔ وہ بے حد خلیق، حد درجہ ہمدرد، تہجد گزار، پارسا اور نیک خاتون تھیں۔ جس نے بھی اُن کے انتقال کی خبر سنی وہ اشکوں سے تر آنکھوں کے ساتھ اُن کے دہلیز پہ حاضر ہوگیا۔ ہم سلطان احمد خان، اُن کے بھائی سابق کونسلر نثار احمد خان اور گورنمنٹ ہائی اسکول پنیاں کے اُستاذ اعجاز احمد خان اور اُن کے جملہ غمزدہ خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت کاملہ فرمائے۔ اُخروی درجے بلند کرے۔ اچھائیوں، بھلائیوں، عبادتوں اور ریاضتوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ صاحبزادوں، صاحبزادی، عزیز و اقارب اور دوست احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

حاجی عبدالجنان صاحب کی رفیقۂ حیات کا سانحۂ ارتحال

سینی گمبٹ کوہاٹ میں بانی قمرالاسلام کے قریبی دوست، علاقہ کے معروف تاجر آئرن مرچنٹ جناب حاجی عبدالجنان صاحب کی اہلیۂ محترمہ، حاجی خان محمد، حاجی فیض محمد، ریاض محمد (آفیسر نیشنل بینک آف پاکستان کوہاٹ) اور جاوید محمد (قریشی برادران) کی والدۂ ماجدہ طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جاملیں۔ اُن کی خواہش اور تمنا کے مطابق اُنہیں جمعۃ المبارک کی رات نصیب ہوئی، ماہِ ربیع الاوّل شرف کا بابرکت مہینہ ملا، نمازِ جنازہ کا عظیم اجتماع ہوا، اُن کی مغفرت اور بخشش کی دعائیں ہوئیں۔ کفن پر بارانِ رحمت کے قطرے گرے۔ وصیت کے مطابق نمازِ جنازہ پڑھی اور پڑھائی گئی۔

مرحومہ "مرجان ماسی" (ہندکو میں ماسی خالہ کو کہتے ہیں) کے نام سے معروف تھیں۔ "مرجان" کلامِ الٰہی میں صرف دو مقامات پر آیا ہے، یہ دونوں لفظ سورۂ رحمان میں ہیں حسنِ اتفاق سے ان کی دو ہی صاحبزادیاں ہیں۔ ایک اسلام آباد میں محمد رؤف (ریٹائرڈ آفیسر کیبنٹ ڈویژن اسلام آباد) کے گھر اور دوسری "قمرالاسلام" کے سابق ترین طالب علم ڈاکٹر عبدالغفار کے گھر لندن میں مقیم ہیں۔ "مرجان" قیمتی موتی کو کہتے ہیں۔ اُمِ فیض محمد بہت گران قدر اور قیمتی ماں تھیں۔ وہ بہت غیور، ہمدرد اور سخی خاتون تھیں۔ پاک پروردگار نے انہیں حج بیت اللہ کی سعادت اور روضۂ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت بخشی تھی اور یہ سفر انہوں نے اپنے سرتاج حاجی عبدالجنان کی معیت میں اپنے ربّ تعالیٰ کے فضل اور اپنے بڑے صاحبزادے حاجی خان محمد کی معاونت سے کیا تھا۔ "جنان" اور "مرجان" ہم وزن ہیں، رحمان بھی اسی وزن پر آتا ہے میری دعا ہے خدائے رحمان، ہماری ماں "مرجان" کو اپنی رضوان عطا فرمائے۔ اُن کی صغیرہ کبیرہ غلطیوں کو اپنے فضل سے بخشے، اُن کی عبادتوں کا، اُن کی اچھائیوں کا، اُن کی سخاوتوں کا انہیں بہترین صلہ عطا کرے۔ اُن کے بیٹوں، بیٹیوں، پوتوں، پوتیوں نواسوں، نواسیوں بلکہ جملہ غمزدہ خاندان کو صبرِ جمیل دے۔ ادارہ "قمرالاسلام" کے بانی و ناظم اعلیٰ سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی اور مہتمم علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی نے حاجی عبدالجنان اور اُن کے صاحبزادگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے۔

آستانہ عالیہ سیال شریف کے بے دام غلام، حضرت شیخ الاسلام کے سچے اور سچے مرید اور خلیفہ

سید غلام حسین شاہ صاحب وصال فرما گئے

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

وابستگانِ سیال شریف نے یہ خبر گہرے دکھ اور رنج کے ساتھ سنی اور اپنے غمزدہ احباب کو بتائی کہ سید نور حسین شاہ صاحب کے برادرِ کبیر سید غلام حسین شاہ صاحب ۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ کو علی پور شریف ضلع جہلم میں وصال فرما گئے۔

سید غلام حسین شاہ صاحب، شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ رحمۃ الباری کے خلفاء میں شامل تھے۔ وہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے بے دام غلام تھے۔ ہر عرس پر حاضری دینا، سیال شریف کے ذرے ذرے سے پیار کرنا، اپنے آستان پہ عاجزی اور انکساری کا پیکر بنے رہنا۔ ہر وقت یادِ الٰہی میں مگن رہنا، ذکر و اذکار میں جینا۔ نذرانہ درود و سلام پیش کرتے رہنا، تہجد گزاری پر سدا قائم رہنا ان کا تعارف تھا۔ وہ بہت نیک اور صالح بزرگ تھے۔ برسوں ہر سال حرمین طیبین کا مبارک سفر کرتے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند سید غلام حسین شاہ نمازِ ظہر پڑھ کر باوضو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کے برادرِ عزیز سید نور حسین شاہ صاحب نے نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی۔

ہم مرحوم کی مغفرت، بخشش اور بلندیٔ درجات کی دعا کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ شاہ صاحب کی قبر کو منور فرمائے، ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل دے۔ دریں اثناء دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کے بانی و ناظمِ اعلیٰ سید ابو الحسن شاہ منظور ہمدانی، مہتمم علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی، اساتذہ، طلباء، کارکنان، غلامانِ پیر سیال، چیئرمین سنی جماعت القراء پاکستان قاری محمد عنایت اللہ سیالوی نے مرحوم کے لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور ان کی بخشش کی بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔

تبصرہ کتب

نام کتاب : نعت رنگ، نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ

مرتب : سید صبیح الدین صبیح رحمانی

ناشر : نعت ریسرچ سینٹر، B-50، سیکٹر 11-A، نارتھ کراچی۔

صفحات : ۷۰۴ قیمت ۳۰۰ روپے

نامور اور معتبر نعت خوان و نعت گو شاعر جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی کا مرتب کردہ "نعت رنگ" کا شمارہ ۲۱ پوری آب و تاب اور شوکت و شان سے شائع ہو گیا ہے۔ دیدہ زیب ٹائٹل پر جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی احمد، حامد اور محمد رسول اللہ خوشنما کتابت پر چاند کی مانند چمک رہا ہے۔ ۷۰۰ سے زائد صفحات پر پھیلا "نعت رنگ" عشق و محبت، عقیدت و مودت، تحقیق و تدقیق کی روشنی بانٹتا، اجالے پھیلاتا، نور و نکہت کی خیرات تقسیم کرتا مرتب اور ان کے اہلِ قلم رفقاء کی کاوشوں کی شہادت دے رہا ہے۔

زیر نظر شمارہ "ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی" کی نعت شناسی کے نام ہے۔ فاضل مرتب نے "ابتدائیہ" کے عنوان سے بڑی فصاحت اور وضاحت کے ساتھ نعت گوئی کے ارتقا اور ترویج و اشاعت کی داستانِ دلربا احسن پیرائے میں بیان کی۔ چند ایک پر اثر اقتباس آپ کے ذوق کی نذر ہیں۔ ابتدائی پیراگراف ملاحظہ ہو۔

"نعت درود و سلام کے پیکر شعری کا نام ہے۔ سیرتِ اطہر سے اکتسابِ شعور کا سب سے بڑا وسیلہ اور اس وسیلہ جلیلہ سے عطا ہونے والی روشنی کا ہر سطح پر اطلاق اسی صورت ممکن ہے کہ ہم تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے قلبی و روحانی روابط کو فروغ دیں اس طرح ہمارے شب و روز کا دامن خیر کی روشنیوں سے بھر سکتا ہے۔"

اس مبارک و مسعود سفر کی یادوں کو سمیٹتے صبیح رحمانی فرماتے ہیں۔

"۱۹۹۵ء میں اپنے اس خیال کو کہ "نعتیہ شاعری کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھا جائے" عملی جامہ پہنانے کے لیے میں نے "اقلیمِ نعت" کی بنیاد رکھی، نعت کے ادبی فروغ کے لیے عزم سفر

میں اس وقت میرے ساتھ میرے دوست عزیز احسن اور انور حسین صدیقی شریک تھے۔ اقلیم نعت کے زیر اہتمام اپریل ۱۹۹۵ء میں ''نعت رنگ'' کے نام سے ایک کتابی سلسلہ جاری کیا گیا...... ۲۰۰۲ء میں اقلیم نعت کے تحت ہی ''نعت ریسرچ سینٹر'' کا قیام عمل میں آیا۔

''نعت رنگ'' مختلف اور متنوع خوشنما رنگوں سے سجا ہے۔ مقالات و مضامین نعت شناسی کے زاویے، فکر و فن، کتب نعت کا تعارف و تبصرہ، مقبول شعراء کے گلہائے عقیدت (مدحتیں) اور مکتوباتِ دلنواز سب ہی صفحات دید اور داد کے لائق ہیں۔ ہر قلمکار اپنی جگہ شاہکار ہے۔ چند بڑے لکھنے والوں میں یہ آبرومند حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پروفیسر محمد اکرم رضا، ڈاکٹر محمد سلطان شاہ، ڈاکٹر محمد نسیم الدین قریشی، ڈاکٹر سید محمد یحیٰ نشیط، پروفیسر محمد اقبال جاوید، عزیز احسن، ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی، ڈاکٹر محمد علی اثر اور پروفیسر منظر ایوبی۔

تحقیقی مقالات اس قدر جاندار اور شاندار ہیں کہ ہر مضمون نگار کو دل دعائیں دیتا ہے۔ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت و صورت کے جلووں کو جس محبت سے اُجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ لائق تعریف ہی نہیں قابل تقلید بھی ہے۔ عالی جاہ رشید وارثی کا مقالہ ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال''، گوہر ملسیانی کا مضمون ''جمالِ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعت کے آئینے میں''، عزیز احسن کا مقالہ ''تخلیقی ادب اور نعتیہ ادب کی موجودہ صورتحال''۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کی کاوش ''غیر مسلم شعراء کی اسلامی شاعری اور نور احمد میرٹھی اور علامہ محمد شہزاد مجددی کی محنت ''اردو شاعری میں موضوع روایات'' پوری پوری کتاب کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ مقالات اس شان کے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک الگ کتاب کی صورت شائع ہو۔

پروفیسر محمد اکرم رضا ہمیشہ کی طرح اپنی برکتوں اور رفعتوں کے ساتھ حمد، تحقیقی مواد اور نعت شناسی کے حوالہ سے چھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا مضمون ''غیر مسلم شعراء کی اسلامی شاعری اور نور احمد میرٹھی، اور ''رشید وارثی کی نعت شناسی'' لائق مطالعہ ہیں۔ خود ان کی نعت شناسی پر ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی کا ۲۷ صفحات پر پھیلا تحقیقی مقالہ پیش نظر شمارہ کی جان لگتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار کی گواہی ہے کہ:

''پروفیسر محمد اکرم رضا ایک صاحب اسلوب نعت گو شاعر، معروف ادیب و محقق اور انشاء پردازی کی دنیا میں انتہائی معتبر حوالہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی نعتیہ کاوشیں کم و بیش ۴۴ سال پر محیط ہیں۔'' (نعت رنگ صفحہ ۲۷۲)

''نعت رنگ'' کا مستقل سلسلہ ''حاصلِ مطالعہ'' اس مرتبہ بھی گران قدر کتب کے تعارف اور مرتبین کی نعت شناسی کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔ تاجدارِ ملکِ سخن، قافلہ شوق کے مسافر، نعت میں کیسے کہوں؟ غالب اور ثنائے خواجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خیر البشر، علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری، شمائم النعت، مدحتِ رسولِ اکرم دکنی غزلوں میں، اشاریہ نعت رنگ، نعت نگر کا باسی، انوارِ جمال، شہپر توفیق، حرم سے حرم تک، بلغ العلیٰ بکمالہ وغیرہ کتب نعت پر تبصرہ لائق تحسین ہے۔

''نعت رنگ'' کا ایک دلکش رنگ ''رنگارنگ خطوط'' ہیں۔ قارئین علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی کا مفصل اور مدلل مکتوب دیکھنے اور پڑھنے کے لئے مضطرب اور منتظر رہتے ہیں۔ وہ خط نہیں جاندار اور شاندار تحقیقی مقالہ ہوتا ہے۔ ۶۰ سے زائد صفحات پر پھیلا اُن کا مکتوب گرامی ایک اعتبار سے ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شمارہ پر تحقیقی اور تفصیلی تبصرہ ہوتا ہے۔ مگر اس مرتبہ مختصر خط لکھ کر انہوں نے ان خوبصورت کلمات میں معذرت کر لی ہے ''نعت رنگ'' کے اُن قارئین سے معذرت خواہ ہوں جو میرے طویل مکتوب کے منتظر تھے۔ اللہ کریم نے چاہا تو قدرے فرصت ملنے پر ضرور لکھوں گا۔ ''اللہ بس باقی ہوس''۔

البتہ اس کمی کو بڑی حد تک ہمارے فاضل اور فائق دوست علامہ محمد شہزاد مجددی نے پورا کرنے کی سعی کی ہے۔ انہوں نے بعض عبارات کے تراجم، بعض مصرعوں کی اغلاط اور بعض دیگر امور کی تصحیح کر کے تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیگر خطوط لکھنے والوں نے بھی اپنے اپنے انداز سے اظہارِ خیال کیا ہے، غالب عرفان کا ''عرفان'' اور پروفیسر شفقت رضوی کا شفقتوں بھرا مکتوب بھی خاصے کی چیز ہے۔

''نعت رنگ'' کے آخری ۱۰ صفحات ''نعت ریسرچ سینٹر کو موصولی ہونے والی کتب کی فہرست کے لئے خاص ہیں۔ اس میں صوفی محمد مقصود حسین نوشاہی اویسی کے ''خصوصی عطیہ'' کا خاص تذکرہ قابل تعریف بھی ہے اور لائق تقلید بھی۔ انہوں نے اپنا ذخیرہ کتب جناب سید صبیح رحمانی کی جھولی میں ڈال کر اپنے لئے صدقۂ جاریہ کا ساماں کیا۔ یہ جملہ ان کے اخلاص و ایثار کی بہترین جزاء ہے۔ ''اللہ کریم ان کے اس جذبہ کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے، اور اس کی جزا انہیں اپنی شانِ کریمی و رحیمی کے شایانِ شان عطا فرمائے۔ (آمین)

الغرض ''نعت رنگ'' کا شمارہ ۲۱، مقالات، بچھڑنے والوں کے حالات، مکتوبات، مدحات

اور کتب پر تبصرہ جات کے حسین رنگوں سے سجا جمیل تحفہ قارئین کو دعوت مطالعہ دے رہا ہے۔ دیر سہی مگر اس عظیم اور ضخیم تحقیقی شاہکار کی ترتیب و اشاعت پر سید صبیح رحمانی اور ان کے جملہ رفقائے گرامی کو میں اور میری ٹیم ہدیہ تبریک پیش کرتی ہے۔ پتہ نوٹ فرمالیں۔

نعت ریسرچ سینٹر B-50, Sector 11-/A،
North Karachi (Pakistan)
Ph : +92 - 21 - 6901212
Mobile : 0301-4558806

نام کتاب : پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار
(قومی اتحاد سے متحدہ مجلس عمل تک)

تحقیق : مظہر حسین

پیش کش : ملک محبوب الرسول قادری (0300-9429027)

ناشر : سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد، علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سینٹر پاکستان

صفحات : ۷۵۰ قیمت : ۴۰۰ روپے

قائدِ ملتِ اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ رحمۃ الباری جہاں دینی و علمی و ادبی، تبلیغی و اصلاحی خدمات میں بے مثال کردار کے حامل ہیں وہاں سیاسی میدان میں بھی اپنے جاندار، تاب ناک اور بے داغ دامن کے ساتھ چاند کی مانند جگمگا رہے ہیں۔ پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں آپ کی عظیم المرتبت شخصیت اور کثیر البرکت ہستی نے رہبری و رہنمائی کا جو فریضہ جس انداز سے انجام دیا سچ یہ ہے کہ ایسا قائد، ایسا رہبر اور ایسا مدبر اس قوم کو شاید ہی پھر کبھی مل سکے۔ قائدِ ملت اسلامیہ کے ایک محب، ان کے مشن کے امین، ان کے ایک مخلص سپاہی، دین اور ملک و ملت کا درد رکھنے والے ہمارے محبوب دوست ملک محبوب الرسول قادری نے ''مجلہ انوارِ رضا'' کے دو ضخیم اور تاریخی نمبروں کے بعد ایک اور تاریخ رقم کی اور قائد علیہ الرحمۃ کے چھٹے سالانہ عرس پر ایک ایسا تحقیقی مقالہ شائع کرنے کا اہتمام کیا کہ جس نے دیکھا، دیکھتا رہ گیا، جس نے پڑھا پڑھتا چلا گیا اور جس نے پڑھا وہ داد دینے پر مجبور ہوتا گیا۔ خوش نصیب مظہر حسین نے ایم فل کا مقالہ بڑی محبت اور

محنت سے ترتیب دیا اور ملک محبوب الرسول صاحب نے ان کے خواب کی تعبیر کا سامان کیا۔ یہ داستانِ شوق جاننے کے لئے ''سہ ماہی انوارِ رضا'' کے روح رواں اور چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری ''کچھ مقالہ اور مقالہ نگار کے بارے میں'' کے عنوان سے یوں بیان فرماتے ہیں:

''پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار''

(قومی اتحاد سے مجلس عمل تک)...... ہمارے پیارے دوست عزیز گرامی مظہر حسین کی محنتِ شاقہ کا خوبصورت ثمر ہے جس کا دورانیہ (۱۹۷۷ء تا ۲۰۰۳ء) ہے اور یہ مقالہ برادر مظہر حسین نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ایم فل کے تعلیمی سیشن (۲۰۰۲ء۔۲۰۰۵ء) میں نامور ماہر تعلیم اور یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان کے ایسوسی ایٹ پروفیسر جناب ڈاکٹر شاہد حسن رضوی کی زیر نگرانی کامیابی کے ساتھ مکمل کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک غیر جانب دار محقق اور ایک عظیم استاذ کے حوالہ سے ملک بھر میں اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں...... برادرم مظہر حسین انتہائی نیک نیت، مخلص، محنتی، خلیق اور انصاف پسند صالح نوجوان ہیں۔ انہوں نے JUP کے سربراہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی قدس سرہ کے حوالہ سے اپنا تحقیقی مقالہ جس محنت، شوق اور دلجمعی سے مکمل کیا ہے اس پر ان کی سطر سطر گواہی کی سند اور مہر شہادت ثبت کر رہی ہے۔ برادرم مظہر حسین کی خواہش کے احترام اور محبت بھرے اصرار کے پیش نظر ہم نے نہایت ہنگامی حالات میں اسے اپنے سہ ماہی رسالے ''انوارِ رضا جوہر آباد (پاکستان)'' کے خاص نمبر کے طور پر شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔

علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کی جاذبِ قلب و نگاہ اور دلربا تصویر کا عکس جمیل سجائے مضبوط جلد پر رنگین ٹائٹل دعوتِ نظارہ دیتا ہے۔ خوشنما کمپیوٹر کتابت، خوبصورت طباعت، تاریخی تصاویر، مستند اور معتبر مواد اور سفید کاغذ نے کتاب کے حسن کو نکھار دیا ہے۔

کتاب کے آغاز میں نامور اور سینئر صحافی جناب سہیل وڑائچ نے مختصر دلنشیں فلیپ لکھا۔ حق اور سچ لکھا اور اس قدر خوب لکھا کہ قائد کی عظمتوں پر رشک کرنے کو جی چاہا۔ یہ سطور بار بار پڑھنے اور ہر بار ایک نیا عقیدہ اور تازہ ولولہ دینے کو کافی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کے علماء میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو سیاست کے میدان میں یوں آیا ہو اور اس کا داخلہ اس انداز ہونے کے لئے پیش کیا ہو۔ البتہ مولانا شاہ احمد

نورانی ایک استثناء ہیں وہ چار دہائیوں تک پاکستان کے سیاسی میدان میں سرگرم رہے لیکن سیاست کا کوئی دھبہ، کوئی ڈیل، کوئی وزارت یا رشوت ان کے کردار کی سفید چادر کو میلا نہ کر سکی۔ کوئی واقعہ، حادثہ یا اہم قدم کا معاملہ درپیش آتا تو ان کے مخالف بھی انتظار کرتے کہ مولانا نورانی کیا کہتے ہیں، کیا کرتے ہیں؟ ان کی دانش کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ سالوں سے محاذ آراء دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور جماعت اسلامی مکاتیب فکر نے انہیں متفقہ طور پر اپنا سربراہ بنایا اور آپس کے نزاعی فیصلوں میں انہیں جج مان کر ان کی باتوں پر عمل کرتے رہے۔"

سہیل وڑائچ کے قلم نے حق لکھا ہے کہ:

"سیاست میں پیسہ کمانا ہمارا قومی شعار بن چکا ہے لیکن مولانا نورانی سالہا سال تک مسجد کے اوپر حجرے میں مقیم رہے خود سودا سلف لاتے رہے۔ وہ جرأت و بہادری کا پیکر تھے۔ وہ سچے مؤمن کی طرح مصلحت سے کام نہیں لیتے تھے۔ کیا کوئی سیاست دان تصور کر سکتا ہے کہ وہ ایم کیو ایم کے گڑھ، کراچی میں رہے اور ہر روز ان کی سیاست سے برملا اختلاف کرتے رہے۔"

علامہ شاہ احمد نورانی علیہ رحمۃ الباری کو فیاض قدرت نے یہ اعزاز اور امتیاز بخشا کہ وہ ہر دور میں حق و صداقت کی نشانی بنے رہے۔ اپنوں اور غیروں نے ان کے بے داغ کردار کو سراہا، انہیں ہر سیاسی جماعت نے اپنا متفقہ قائد تسلیم کیا۔ ان کی بصیرت اور بصارت کا سکہ جما رہا۔ ان کے جرأت مندانہ اور منصفانہ فیصلوں کو نہ صرف تسلیم کیا گیا بلکہ بعد کے حالات نے ان کی مؤمنانہ فراست کی صداقت کو چار چاند لگا دیئے۔ وقت کے حکمران ان کی قائدانہ صلاحیتوں کے معترف بھی تھے اور ان سے خائف بھی۔ جبکہ نامی گرامی سیاست دان ان کی سیاست اور سیاسی بصیرت کے معترف بھی تھے اور مداح بھی۔ پیش نظر تاریخی دستاویز قائد کے سیاسی اتحادوں میں مخلصانہ کردار کی ایسی شہادت ہے جس پر اُن کا ہر محب رشک کرتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے بے شک محنت اور محبت سے اس عنوان پر تحقیق کی اور قائد کے پرستاروں نے اسے طباعت کا جامہ پہنا کر محبانِ نورانی کے دل جیت لئے۔

کتاب "پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار" مجموعی طور پر

سات ابواب پر منقسم ہے۔ ابواب کی تقسیم اس انداز سے ہے:

باب اوّل : مولانا شاہ احمد نورانی..... حیات و خدمات، ایک اجمالی جائزہ۔

باب دوم : پاکستان قومی اتحاد اور مولانا شاہ احمد نورانی

باب سوم : تحریک پاکستان، ایم آر ڈی اور مولانا شاہ احمد نورانی۔

باب چہارم : مولانا شاہ احمد نورانی اور تحریک بحالیٔ جمہوریت (ایم آر ڈی)

باب پنجم : مولانا شاہ احمد نورانی اور پاکستان عوامی اتحاد۔

باب ششم : مولانا شاہ احمد نورانی اور اسلامی جمہوری محاذ۔

باب ہفتم : مولانا شاہ احمد نورانی ملی یکجہتی کونسل سے متحدہ مجلس عمل تک۔ ساتویں باب کے بعد "محاکمہ" "مولانا شاہ احمد نورانی کا اندازِ سیاست ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے بعد ضمیمہ جات اس کے علاوہ ہیں۔

سارا جہان آشنا ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی کی مبارک زندگی ہر زاویہ اور ہر جہت سے قابل تعریف اور واجب التقلید ہے۔ پیش نظر تاریخی دستاویز ان کی سیاسی بصیرت، مومنانہ فراست اور قائدانہ صلاحیت پر گواہ ہے۔ ہم اپنے محبوب دوست اور مقبول ادیب ملک محبوب الرسول قادری اور ان کی پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ مؤلف ذی اکرام کو علیم و حکیم پروردگار مزید کامرانیوں سے نوازے۔ محمد طاہر فاروق اور علامہ محمد ظہیر عباس کی کاوشوں کو رب تعالیٰ قبولیت کا شرف بخشے۔ قائدِ ملتِ اسلامیہ کی قبر پر رحمتوں اور رفعتوں، برکتوں اور بخششوں کا مینہ برسائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

"انوارِ رضا" کا یہ خاص شمارہ یعنی یہ تحقیقی مقالہ حاصل کرنے کے لئے پتہ یاد رکھیں۔

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوارِ رضا لائبریری بلاک نمبر ۱، جوہر آباد ضلع خوشاب۔ 0454-721787

سنی جماعت القراء پاکستان

فروغِ علم تجوید و قرأت کی عالمگیر تحریک

قاری محمد ممتاز خان سیالوی

ناظم نشر و اشاعت سنی جماعت القراء پاکستان

معتبر اور مستند اساتذۂ قرأت کی سرپرستی میں علوم قرآن کی تدریس اور بالخصوص فروغ

علم تجوید کے لئے کوشاں و سرگرداں اور اپنے مقصد و مشن میں کامران

''سنی جماعت القراء پاکستان''

بحمدہ تعالیٰ سارے جہاں میں معروف و مقبول ہے۔ گزشتہ ۳۱ سالوں سے یہ جماعت پاکستان بھر میں شاندار اور یادگار مقابلہ ہائے حفظ قرآن و حسن قرأت اور محافل حسن قرأت کے انعقاد کا ریکارڈ رکھتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ گزشتہ ۳ سالوں سے ''انٹرنیشنل محافل حسن قرأت'' کا کامیاب انعقاد اس کا امتیاز اور اعزاز ہے۔ تلاوت کلام پاک کے لئے برادر اسلامی ملک ''مصر'' ساری دنیا میں مشہور ہے۔ اس کے مایہ ناز قراء ان محافل میں تلاوت کلام رحمان سے اہل ایمان کے قلوب کو منور کر چکے ہیں۔ ان شاء اللہ امسال بھی اس شاندار روایت کے تسلسل میں ماہ ربیع الاول کی مبارک ساعتوں میں مندرجہ ذیل محافل کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

یکم مارچ بروز پیر بعد نماز عشاء پنجاب بمقام بھلوال ضلع سرگودھا، مرکزی ناظم نشرو اشاعت قاری محمد ممتاز خان سیالوی کی زیر سرپرستی میں ہوگی۔ مورخہ ۷ مارچ بروز اتوار بعد نماز ظہر بمقام نیول کالونی بلدیہ کراچی۔ ۷ مارچ بروز اتوار بمقام موتی مسجد مارٹن کوارٹرز کراچی، ۸ مارچ بروز پیر بعد نماز عشاء، دارالعلوم غوثیہ رضویہ سکھر، ۹ مارچ بروز منگل بعد نماز عشاء بمقام قبا مسجد نیو کراچی۔ ۱۰ مارچ بروز بدھ بعد نماز عشاء بمقام مبارک مسجد گزری کراچی، ۱۱ مارچ بروز جمعرات بعد نماز عشاء بمقام سوسائٹی ہال پیر کالونی کراچی۔

ان محافل میں ان شاء اللہ العزیز عالم اسلام کے مشہور و معروف قراء کرام خصوصاً جمہوریہ

مصر کے مشہور و ممتاز قراء جن میں فضیلۃ الشیخ قاری سید متولی عبدالعال (مصر) فضیلۃ الشیخ قاری السید سعید (مصر) فضیلۃ الشیخ قاری المہندی غالی (مصر)، فضیلۃ الشیخ قاری غلام رسول (لاہور)، فضیلۃ الشیخ قاری سید صداقت علی (پاکستان) اس کے علاوہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ممتاز قراء، قاری عبدالقیوم محمود، قاری غلام حسن الحسنی، قاری نثار احمد نعیمی، قاری رحمت اللہ نقشبندی، قاری عبدالرزاق چشتی، قاری غلام مصطفیٰ فریدی، قاری محمد طاہر شجاع آبادی، قاری ڈاکٹر اعجاز عطاری، قاری اللہ بخش قادری، قاری توقیر ضیاء سیالوی، قاری ضیاء ملک نعیمی، قاری سید عبدالباسط سعیدی، قاری محمد بلال سیالوی، قاری عمران عالم ان کے علاوہ مشائخ عظام، علماء ذی شان، قراء کرام، حفاظ، اسکالرز، طلباء اور ہر طبقہ زندگی کے نمائندہ افراد شرکت فرما رہے ہیں۔ تمام مسلمانوں سے ان پرنور محافل میں شرکت کی استدعا ہے۔ تمام مخیر حضرات سے مالی معاونت کی اپیل کرتے ہیں۔ تعاون فرما کر فروغ تعلیم قرآن کے معین بنیں اور اپنے لئے صدقہ جاریہ کا سامان کر کے دین و دنیا کی برکات حاصل کریں۔

سنی جماعت القراء پاکستان

کے زیر اہتمام

عظیم الشان محافلِ حسنِ قرأت

میں

عقیدت و محبت سے جوق در جوق شرکت فرمائیں۔

درخواست گزار

قاری عنایت اللہ سیالوی — قاری محمد ممتاز خان سیالوی

چیئرمین — مرکزی ناظم نشر و اشاعت

سنی جماعت القراء پاکستان۔

صاحبزادہ قاری محمد طاہر شجاع آبادی کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق، اُن کے عم مکرم اُستاذ القراء قاری غلام حسین شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ کبیر جناب محمد اسماعیل شجاع آباد (ملتان) میں وصال فرما گئے، نیز زینت القراء قاری عبدالرحمٰن شجاع آبادی (مؤلف رحمانی قاعدہ) کے سسر اور صاحبزادہ قاری محمد طاہر کے نانا محترم جناب محمد عثمان وصال فرما گئے۔

ہم دونوں کی مغفرت، بخشش اور بلندیٔ درجات کی دعا کرتے ہیں۔ پاک پروردگار مرحومین کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ لواحقین کو صبر کی توفیق دے۔ (آمین)

ارباب علم و دانش، احباب تحقیق و تصنیف اور وابستگانِ سیال شریف

کے لئے

اطلاعِ فرحت و مسرت

دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ کے فیض یافتہ، ماہنامہ کاروانِ قمر کے مدیر اعلیٰ

صدارتی سیرت ایوارڈ یافتہ

ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی

کا تحقیقی مقالہ

"فروغِ علم میں خانوادۂ سیال شریف اور اُنکے خلفاء کا کردار"

کتابی صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر

منظرِ عام پر آ گیا ہے۔

صفحات : ۴۷۶ قیمت : ۳۰۰ روپے

سعادتِ طباعت: سید السادات سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

ملنے کے پتے

- مکتبہ ضیاء شمس الاسلام، آستانہ عالیہ سیال شریف (سرگودھا)۔
- دارالعلوم سلیمانیہ، ایس ٹی ۳۱، کہکشاں کلفٹن، کراچی۔
- ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی۔
- دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ، پنجاب کالونی، کراچی۔
- دارالعلوم ضیاء القرآن سلیمانیہ للبنات، اعظم بستی، کراچی۔

Reg. No. S.S.990

Monthly KARWAN-E-QAMAR Karachi